حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی تعلیمات

علامہ برکت اللہ

Marfat.com

Marfat.com

حضرت عیسیٰ کی تعلیم

علامہ برکت اللہ (مرحوم)

نگارشات پبلشرز
24- مزنگ روڈ، لاہور۔ فون 042-37322892 فیکس 042-37354205
e-mail:nigarshat@yahoo.com
www.nigarshatpublishers.com

Marfat.com

297.9924
ب 98 ع
94290
ر ٢

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: حضرت عیسیٰ کی تعلیم
مصنف: علامہ برکت اللہ (مرحوم)
ناشر: آصف جاوید
برائے: نگارشات پبلشرز، 24۔مزنگ روڈ، لاہور
Ph:0092-42-37322892 Fax:37354205
مطبع: حاجی حنیف پرنٹرز، لاہور
سال اشاعت: 2011ء
قیمت: -/200 روپے

آپ کے قیمتی مشورے اور آراء کے منتظر

email: taleemaat@yahoo.com

Marfat.com

''ضرور ہے ہم ایک ایسے شخص کا انتظار کریں جو اس کی طرف سے آئے جو ہماری پروا کرتا ہے تا کہ وہ آ کر ہم کو یہ بتائے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اور انسان کے ساتھ ہم کیا رویہ اختیار کریں''۔

(سقراط)

''ہم اُن باتوں کی نسبت کچھ علم نہیں رکھ سکتے جب تک کوئی شخص عالمِ بالا سے آ کر ہم کو نہ بتلائے''۔

(سقراط)

''ہم یہ نہیں جان سکتے کہ ہم پروردگار سے کیا عرض معروض کریں اور اس کی عبادت کس طرح لائق طور پر کریں۔ پس لازم ہے کہ اِن امور کی تعلیم دینے کے لئے آسمان سے ایک مقنن آئے۔ ایسے شخص کو دیکھنے کو میرا جی تڑپتا ہے۔ اِس مقنن کو ایک فوق البشر شخص ہونا چاہیے تا کہ وہ انسانوں کو ان باتوں کی تعلیم دے سکے جو انسانی فطرت سے بعید ہے''۔

(افلاطون)

Marfat.com

297.9924
ب 98 ع
94290
۲ ر

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: حضرت عیسیٰ کی تعلیم

مصنف: علامہ برکت اللہ (مرحوم)

ناشر: آصف جاوید

برائے: نگارشات پبلشرز، 24۔مزنگ روڈ، لاہور

Ph:0092-42-37322892 Fax:37354205

مطبع: حاجی حنیف پرنٹر، لاہور

سال اشاعت: 2011ء

قیمت: -/200 روپے

آپ کے قیمتی مشورے اور آراء کے منتظر

email: taleemaat@yahoo.com

Marfat.com

''ضرور ہے ہم ایک ایسے شخص کا انتظار کریں جو اس کی طرف سے آئے جو ہماری پروا کرتا ہے تاکہ وہ آکر ہم کو یہ بتائے کہ اللہ وتبارک تعالیٰ اور انسان کے ساتھ ہم کیا رویہ اختیار کریں''۔

(سقراط)

''ہم اُن باتوں کی نسبت کچھ علم نہیں رکھ سکتے جب تک کوئی شخص عالمِ بالا سے آکر ہم کو نہ بتلائے''۔

(سقراط)

''ہم یہ نہیں جان سکتے کہ ہم پروردگار سے کیا عرض معروض کریں اور اس کی عبادت کس طرح لائق طور پر کریں۔ پس لازم ہے کہ اِن امور کی تعلیم دینے کے لئے آسمان سے ایک مقنن آئے۔ ایسے شخص کو دیکھنے کو میرا جی تڑپتا ہے۔ اِس مقنن کو ایک فوق البشر شخص ہونا چاہیے تاکہ وہ انسانوں کو ان باتوں کی تعلیم دے سکے جو انسانی فطرت سے بعید ہے''۔

(افلاطون)

Marfat.com

فہرست

مقدمہ	6
سیدنا عیسیٰ مسیح کی آمد کے وقت ملکِ فلسطین کے حالات	7
سیاسی حالات	7
اہل یہود کے مذہبی فرقے	8
اوّل۔صدوقی	8
دوم۔فریسی	9
فریسیوں کی تعلیم ذیل کے امور میں صدوقیوں کی تعلیم سے مختلف تھی	9
سیدنا عیسیٰ مسیح کا طریقۂ تعلیم	12
سیدنا عیسیٰ مسیح کا مکتب	12
سیدنا عیسیٰ مسیح کے سامعین	15
حلقہ حوارئین	17
سیدنا عیسیٰ مسیح کا طرز تعلیم	18
سیدنا عیسیٰ مسیح کے کلام کی فصاحت و بلاغت	20
سیدنا عیسیٰ مسیح کی جدت طبع	23
باب اول: حقوق اللہ	27
فصل اول: تعلیم سیدنا عیسیٰ دربارۂ ذات الٰہی	27

Marfat.com

رب العالمین کی پروردگاری	29
ایمان	31
گناہوں کی مغفرت اور نجات	32
دُعا	39
روزہ	46
خلوص نیت	47
پیروکار ہونے کی شرطیں	48
بزرگوں روایات اور الٰہی احکام	51
(ا) سبت کے احکام	54
(ب) حرام حلال خوراک اور اشیا	59
(ج) قربانی	63
باب دوم: حقوق العباد	**65**
نفس انسانی کا احترام	65
بچوں کی منزلت	68
حرمت نسواں	70
(ا) اُخوت انسانی اور حضرت عیسٰی کا نصب العین	74
خیرات	82
محصول لینے والے اور گنہگار	86
فروتنی اور ایثار نفسی	94
عیب جوئی کی ممانعت	96
عفو کی تعلیم	98

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

مقدمہ

دنیا میں غالباً اس سے زیادہ محیر العقول کوئی امر نہیں ہوگا کہ علم وتہذیب سے دُور افتادہ ملکِ فلسطین کے ایک جاہل اور حقیر صوبہ گلیل کے ایک معمولی غریب گھرانے میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس کی تعلیم اور شخصیت نے دنیا کی کایا پلٹ دی آپ نے غالباً صرف تین سال تک گلیل کے مچھوؤں اور دہقانوں میں توبہ اور دین الٰہی کی تبلیغ کی لیکن یہ تعلیم اس قدر دل پذیر اور موثر ثابت ہوئی کہ چند سالوں کے اندر اس کی گونج ہم کو اقصائے عالم تک سنائی دیتی ہے چار صدیوں کے اندر اندر آپ نے شاہ وگدا، عالم اور جاہل آقا اور غلام کو اپنا گرویدہ اور شیدائی بنالیا۔

آپ نے دو ہزار سال کے عرصہ میں دنیا کے تمام ممالک میں کروڑوں انسانوں کا میل اپنے خالق سے کرادیا اور ایسی مقدس اور برگزیدہ ہستیاں پیدا کردیں جو زمین کا نمک تھیں قیاصرہ روم نے جور، ظلم عقوبت تعذیب کے ذریعہ اس تعلیم کو مٹانا چاہا لیکن وہ خود مٹ گئے دنیا کے سرداروں اور سلطانوں نے آپ کے خلاف پرّے باندھے لیکن وہ مغلوب نہ ہوئی۔ ان کا ہر دشمن دم واپسین حسرت کے ساتھ یہی کہتا مرگیا ''اے گلیلی تو فاتح رہا'' جہاں کہیں یہ تعلیم دی گئی ان کے آفتابی نور نے ظلمت کو مٹادیا جو شخص ''دنیا کے نور'' کا پیرو ہوگیا اُس سے تاریکی کوسوں دُور بھاگی۔ بطالت اور جہالت کا قلع قمع ہوگیا اور حق کی روشنی ہر جانب پھیل گئی تاریخ سکندریہ کے کلیمنٹ کے الفاظ کی صداقت کی گواہ ہے کہ ہمارے آقا ومولا سیدنا عیسیٰ تمام بنی نوع انسانوں کے ہادی اور رہنما ہیں۔

Marfat.com

سیدنا عیسیٰ مسیح کی آمد کے وقت ملکِ فلسطین کے حالات

(ا) سیاسی حالات:

جب سیدنا عیسیٰ اِس دُنیا میں تشریف لائے تو رومی قیاصرہ اہل یہود پر حکمران تھے۔ آپ کی آمد سے تقریباً ساٹھ سال پہلے رومی جرنیل پومپئی (Pompey) نے یروشلیم فتح کر لیا تھا اور حشمونی خاندان کے آخری یہودی بادشاہ اور اُس کے ہزاروں ماتحتوں کو مقید کر کے روم لے گیا تھا۔ گو قیاصرہ روم اہل یہود پر قابض ہو گئے تھے تاہم شروع میں وہ یہودیہ (فلسطین کا صوبہ) پر اپنے گورنروں کے ذریعہ حکومت نہیں کرتے تھے ۳۸ قبل از مسیح میں روم نے ہیرودیس اعظم کو ملکِ فلسطین پر حکمران مقرر کیا یہ شخص نسلاً اُدومی تھا جن سے اہل یہود سخت عداوت رکھتے تھے۔ ہیرودیس یہودی مذہب رکھتا تھا لیکن یونانیت کی جانب بہت راغب تھا جہاں اس نے پروردگار عالم کے لئے یروشلیم میں ایک عبادت گاہ تعمیر کر دی تھی وہاں مشرکانہ معبودوں کے لئے اُس نے مختلف ممالک میں جابجا شہر آباد کئے تھے اور عظیم الشان مندر بھی تعمیر کر دیئے۔ اس کا لشکر جرار تھریس، جرمنی اور گال THRACE,GERMANY AND GAYUL کے باشندوں سے بھرا پڑا تھا اور اگر اس کو کسی شخص کی وفاداری پر شبہ ہوتا تو فوراً اُس کا کام تمام کر دیتا حتیٰ کہ وہ اپنے خاندان کے شرکاء کے خون کا پیاسا ہو گیا اور اُس نے اُن میں سے بہتیروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ بالآخر سیدنا عیسیٰ کی پیدائش کے ایک دو سال بعد (۳ ق م) اس نے وفات پائی اس کے بعد اس کی مملکت اس کے بیٹوں میں تقسیم کر دی گئی لیکن ملک میں فتنہ و فساد بڑھتا گیا اور

Marfat.com

بغاوتوں کی وجہ سے خون کی ندیاں بہہ گیئں چنانچہ ہیرودیس کی موت کے تھوڑی دیر بعد دو ہزار یہودی یروشلم میں مصلوب کئے گئے لیکن صورت حالات نہ بدلی نو سال تک یہی حال رہا۔ بالآخر قیصر اگسطس نے بجز اس کے کوئی چارہ نہ دیکھا کہ یہودیہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لے سیدنا عیسیٰ کی بعثت کے وقت پنطوس پلاطس پانچواں گورنر تھا اُس نے دس سال تک (از ۲۶ء تا ۶) حکومت کی۔

(۲) اہل یہود کے مذہبی فرقے:

اہل یہود شرک کے جانی دشمن اور موحد تھے وہ توحید کے قائل اور انبیاء اللہ اور کتب سماوی کے ماننے والے تھے۔ سیدنا عیسیٰ کے ہم عصر یہودیوں کے عموماً دو فریق تھے۔

اوّل صدوقی:

اس پولٹیکل پارٹی میں بالعموم یہودی امراء شرفاء اور امامِ اعظم داخل تھے یہ لوگ یونانی خیالات سے متاثر ہو چکے تھے لہٰذا اکثر یہودی خیالات کے نہیں تھے رومی زمانہ میں گو ان کا اقتدار کم ہو گیا تھا تاہم امامِ اعظم اسی پارٹی کے شرکاء ہوتے تھے یہودیوں کی اعلیٰ ترین شرعی عدالت میں ان کو بڑا رسوخ حاصل تھا اس مجلس کو رومی فرمانرواؤں کے ماتحت بڑا اختیار حاصل تھا صدوقیوں کا حلقہ رسوخ زیادہ تر یروشلم کا علاقہ اور مرکزی عبادت گاہ کی چار دیواری تھی لہٰذا اِن کو اپنا رسوخ قائم رکھنے کے لئے اپنے مخالف فریسیوں کی پالیسی پر عمل درآمد کرنا پڑتا تھا کیونکہ عوام الناس میں ان کا رسوخ بڑا زبردست تھا چونکہ ان کا نصب العین اپنے حقوق کی حفاظت اور ملک کی سیاسی فلاح و بہبودی تھی لہٰذا قومی اور مذہبی پاکیزگی کی طرف وہ چنداں دھیان نہیں کرتے تھے چونکہ وہ مرفہ الحال تھے لہٰذا وہ موجودہ حالات سے خوش اور ہر طرح کے انقلاب سے متنفر تھے کیونکہ اُن کو ہر وقت یہ خدشہ دامن گیر تھا کہ کہیں رومی فاتحین اُن کے حقوق اور اختیارات نہ چھین لیں (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۱ اور آیت ۴۸) درحقیقت یہی لوگ تھے جنہوں نے سیدنا عیسیٰ کو مصلوب کروادیا تھا۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۵ اور آیت ۱۰ سے ۱۱)

Marfat.com

دوم ۔فریسی:

عوام الناس میں فریسیوں کے خیالات گھر کر چکے تھے کیونکہ سیدنا عیسٰیؑ کے زمانہ کی یہودیت فریسی خیالات پر ہی مشتمل تھی چونکہ یہ جماعت اہل شرک کے ساتھ قید بابل کے زمانہ سے برسرپیکار رہی لہٰذا اس کے شرکاء ہمیشہ کٹر خیالات کے تھے پروردگار کی وحدانیت بیت اللہ کی نماز توریت زبور صحائف انبیاء اوران کے فقیہوں کی تفاسیر وروایات روز سبت پر سختی سے عملدرآمد اور اہل شرک کی رسوم سے بیزاری' اس جماعت کے اجزائے ایمان اور طرۂ امتیاز تھے مکابیوں کے زمانہ میں (از ۱۳۵ ق م تا ۱۰۵ ق م) یہ پارٹی صدوقیوں سے الگ ہوگئی تھی ان کی حتی الوسع یہ کوشش تھی کہ جس طرح صدوقی امامِ اعظم بیت اللہ کی چاردیواری کے اندر رسمی طور پر پاک رہتے تھے وہ اپنی روزمرہ زندگی میں رسمی پاکیزگی حاصل کریں۔

فریسیوں کی تعلیم ذیل کے امور میں صدوقیوں کی تعلیم سے مختلف تھی

(۱) صدوقی غالباً صرف موسوی شریعت یعنی توریت کے قائل تھے۔لیکن فریسی اس کے علاوہ دیگر صحائف انبیاء اور ''باپ دادوں کی روایات'' علم فقہ کو بھی اشد ضروری خیال کرتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۵ اور آیت ۲ روای حضرت مرقس رکوع ۷ اور آیت ۳)۔

(۲) فریسی حیات بعد از ممات ۔قیامت فرشتگان ۔جنت ودوزخ ۔عالم ارواح اور مسیح موعود کی حکمرانیت کے قائل تھے لیکن صدوقی ان امور کو نہیں مانتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت متی (رکوع ۲۲ اور آیت ۲۲) (راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲ اور آیت ۱۸) (انجیل شریف اعم الرسل رکوع ۲۳ اور آیت ۸)۔

(۳) فریسی مسئلہ جبر اور خودمختاری کے قائل تھے لیکن صدوقی جبر اور تقدیر کے منکر تھے۔

(۴) فریسی محب وطن تھے لیکن اللہ وتبارک تعالیٰ کو سیاسی سلطان مان کر ہر طرح کے دنیاوی بادشاہ (یہودی اور غیر یہودی) کے مخالف تھے۔

Marfat.com

(۵) فریسی یہودیت کی تبلیغ کے حامی تھے اور غیر اقوام کو یہودیت کے حلقہ میں داخل کرتے تھے یہودی امام ربی جلیل کا قول ہے کہ لوگوں کو پیار کرو۔ اور ان کو شریعت کے پاس لاؤ لیکن صدوقی تبلیغی کوششوں کی پروانہیں کرتے تھے۔

(۶) صدوقیوں کا حلقہ رسوخ بیت اللہ کی چار دیواری تک محدود تھا لیکن فریسیوں کا رسوخ بیت اللہ اور علمائے کرام کی درسگاہوں کے ذریعہ عوام الناس میں پھیلا ہوا تھا فریسیوں کا ایک بڑا گروہ ایسا تھا جس کے شرکاء تین گواہوں کے سامنے یہ وعدے کیا کرتے تھے کہ وہ تمام اشیائے خوردنی پر عشر وزکواۃ ادا کریں گے'' اور گہنگاروں'' کے ساتھ کسی طرح کا میل جول نہیں رکھیں گے اور رسمی پاکیز گی کو ہمیشہ مدنظر رکھیں گے۔

فریسیوں کی ایک بڑی تعداد فقیہوں کی تھی شریعت اور احکام الٰہی اور بزرگوں کی روایات کا مطالعہ کرنا اِنکا شب وروز کا شغل تھا (زبور شریف رکوع ۱۱ اور آیت ۲) اسی فاضل گروہ کے اصولوں پر فریسی چلتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲ اور آیت ۱۶) (راوی حضرت لوقا رکوع ۵ اور آیت ۳۰) چونکہ صدوقی بھی توریت شریف پر ایمان رکھتے لہٰذا ان کے بھی فقیہ تھے جو صرف شریعت کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ انجیل شریف سے ظاہر ہے کہ فقیہ اعلیٰ مراتب پر فائز تھے کیونکہ جہاں امام اعظم اور بزرگوں کا ذکر آتا ہے وہاں فقیہ اسی زمرہ میں شمار کیے جاتے ہیں (انجیل شریف روای حضرت متی رکوع ۲۰ اور آیت ۱۸) (راوی حضرت لوقا رکوع ۲۰ اور آیت ۱۰ وغیرہ) فقیہوں نے عوام میں علمائے کرام کی جگہ غصب کر لی تھی۔ اور لوگوں کو بیت اللہ میں اور اماموں کی درسگاہوں میں تعلیم دیتے تھے۔ عوام الناس ان سے مرعوب رہتے تھے انہی فقیہوں کے جانشینوں نے مابعد کے زمانہ میں یہودیوں کی احادیث کی کتاب تالمود کو مرتب کیا۔ اس گروہ کے اندر بھی اختلافات اور فرقہ بندیاں موجود تھیں۔ مثلاً ہیر دویس اعظم کے زمانہ میں امام ربی جلیل اور امام ربی شمعون کے مقلدین موجود تھے۔ لیکن گروہ کے باہر ہر شخص انکے فتاوٰی کے سامنے سرتسلیم خم کرتا تھا۔ سیدنا عیسٰی کے زمانہ میں یہودیت اصلاح کی

Marfat.com

سخت محتاج تھی۔ یہودی اماموں نے شریعت پر کاربند ہونا اخلاقی زندگی کا مترادف قرار دے رکھا تھا۔ پس ان کا یہ خیال تھا کہ جو شخص شریعت کو جانتا اور اس پر عمل کرتا ہے وہ نیک ہے اور جو شریعت کو نہیں جانتا اور اس پر عمل نہیں کرتا وہ بد ہے لیکن شریعت ظاہری افعال پر ہی نگاہ کر سکتی ہے لہذا فریسی انسانی جذبات اور خیالات کو محسوس نہیں کرتے تھے۔ علاوہ ازیں بزرگوں کی روایات نے لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ کیونکہ اول تو شریعت پر کاربند ہونا کوئی آسان امر نہیں تھا اس پر طرہ یہ کہ بزرگوں کی روایات پر کاربند ہونا بھی شریعت کی طرح لازمی قرار دے دیا گیا تھا حالانکہ ان قوانین میں سے چند ایسے تھے جن پر عمل کرنا اچھا نہ تھا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۷ اور آیت ۱۱ سے ۱۲) عوام الناس کے لئے یہ قوانین بڑے بھاری بوجھ تھے اور جو ان پر عمل کرتے تھے وہ اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ وافضل شمار کرتے تھے (انجیل شریف رواى حضرت لوقا رکوع ۱۸ اور آیت ۱۱ سے ۱۳) جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی روحانی حالت روز بروز زوال پذیر ہوتی گئی۔

جس طرح فریسی اور فقیہ یہود عامتہ الناس کو بنظر حقارت دیکھتے تھے اسی طرح اہل یہود دیگر اقوام عالم کو بنظر حقارت دیکھتے تھے اور اپنے آپ کو افضل و اعلےٰ خیال کرتے تھے۔ آلِ ابراہیم میں سے ہونا ان کے لئے مایہ ناز تھا۔ اور اپنے آپ کو جنتی تصور کرتے تھے اور یہی فخر ان کے مذہب کا جزو لاینفک تھا اور وہ اپنے آپ کو پروردگار کی برگزیدہ قوم خیال کرتے تھے۔ اور دیگر اقوام عالم سے الگ تھلگ رہتے تھے تا کہ ناپاک نہ ہو جائیں۔ وہ آلِ ابراہیم ہونا جنت میں داخل ہونے کے لئے کافی سمجھتے تھے پس وہ اپنے اخلاق کو سدھارنے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ فاضل یہودی ڈاکٹر مونٹی فیوری (MONTEFIORE) کہتا ہے کہ اہل یہود کو اس امر کا پختہ یقین تھا کہ وہ آل ابراہیم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کی زندگی کی برکات میں شریک ہوں گے۔ ان کا یہ ایمان تھا کہ باستثنائے چند انتہائی گنہگاروں کے تمام یہود کا حصہ ہمیشہ کی زندگی میں ہوگا۔

(Montefiore,Hibbert Lectures Page no 482)

Marfat.com

سیدنا عیسیٰ کے زمانہ میں ہم کو اچھے اور بُرے فریسی دونوں ملتے ہیں۔ جہاں ایسے فریسی تھے جنہوں نے صدوقیوں کے ساتھ سازش کر کے سیدنا عیسیٰ کو صلیب دلوادی تھی۔ وہاں زکریا۔ یوسف ۔ ایلسبات سمعان اور یوسف آرمتیاہ جیسے ایماندار فریسی بھی موجود تھے۔ گلیل کا صوبہ فریسیوں کا محکم قلعہ تھا۔ اس کے باشندے مسیح موعود کی آمد کے انتظار میں رہتے تھے۔

وہ رومیوں کے غلام تھے۔ پر سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ نے اِن کو آزادی عطا کی ہوئی ہے یہی وجہ تھی کہ یہ صوبہ اِن تمام بغاوتوں کا مرکز تھا۔ جو رومی حکومت کے خلاف ہوتی تھیں ان کے سرغنہ بھی گلیلی ہوتے تھے اور جو شخص بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا وہ اس کے پیچھے لڑنے کو تیار ہو جاتے تھے ان میں انتہا پسندوں کا ایک گروہ تھا جو غیرت مند یا زیلوتیں (Zealots) کہلاتا تھا۔ سیدنا عیسیٰ کے ایک صحابی بھی اس گروہ کے ممبر تھے۔ (انجیل شریف روای حضرت لوقا رکوع ۶ اور آیت ۱۵)۔

سیدنا عیسیٰ مسیح کا طریقہء تعلیم

انجیل شریف میں سیدنا عیسیٰ کی نسبت بہت سی باتیں مندرج ہیں۔ لیکن جو بات سب سے زیادہ آپ کی نسبت بار بار تحریر کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ ایک معلم تھے جو شب و روز لوگوں کو تعلیم دینے میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کی تعلیم صرف کلمات پر ہی مشتمل نہ تھی۔ بلکہ آپ اپنی نشست و برخاست رفتار و گفتار ۔ اندازِ گفتگو۔ اور طرز زندگی کے کامل نمونہ سے نہایت موثر طور پر تعلیم دیتے تھے۔

سیدنا عیسیٰ مسیح کا مکتب

ہم ذکر کر چکے ہیں کہ گلیل کا صوبہ فریسی خیالات کا ایک محکم قلعہ تھا۔ سیدنا عیسیٰ کے خیالات نے اس فضا میں پرورش پائی تھی۔ آپ نے شریعت اور صحف انبیاء کا بخوبی مطالعہ فرمایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے صحیفہ فطرت کا مطالعہ بھی کیا تھا جس کی جھلک ہم کو انجیل شریف میں ملتی ہے۔ آپ ہمیشہ پروردگار کی رفاقت میں رہتے تھے۔ اور اس رفاقت نے آپ پر

Marfat.com

الٰہی معرفت کے کرشمے ظاہر کر دیئے تھے جو آپ کی زبان حقیقت ترجمان سے صادر ہوتے تھے آپ کی جدت پسند طبع فریسیوں اور علمائے کرام کی تعلیم سے مستغنی تھی آپ توریت اور صحائف انبیاء کی ایسی نرالی تفسیر کیا کرتے تھے کہ سامعین انگشت بدندان رہ جاتے اور بے اختیار کہتے کہ آپ ان کو فقیہوں کی طرح نہیں بلکہ صاحب اختیار کی طرح تعلیم دیتے ہیں (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۱ اور آیت ۲۲) (روای حضرت متی رکوع ۷ اور آیت ۲۸ سے ۲۹) یہی وجہ تھی کہ عام لوگ جوخوشی سے آپ کی تعلیم کو سنتے تھے۔ (راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲ اور آیت ۳۷) یہاں تک کہ بھیڑیں آپ کی تلاش کرتی ہوئی آپ کے پاس آ کر منت کرتیں کہ ہمارے پاس سے نہ جایئے۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۴ اور آیت ۴۳) جب ہم یہودی علمائے کرام کی تفسیروں کے بعد سیدنا عیسٰی کے اقوال پڑھتے ہیں۔ تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک تنگ و تاریک زندان سے جہاں دم گھٹتا تھا آزاد ہو کہ اللہ تبارک تعالیٰ کی عطا کردہ تازہ ہوا میں نکل آئے ہیں۔ توریت شریف اور صحائف انبیاء کے حقیقی اور اصلی مطالب اور مقاصد کو سیدنا عیسٰی نے کما حقہ سمجھا۔ آپ کی تعلیم سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ آپ میں اور اللہ و تبارک تعالیٰ میں کوئی درمیانی نہیں تھا اور آپ سیدھا پروردگار سے حاصل کر کے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ آپ نے خود فرمایا جو ہم جانتے ہیں وہ کہتے ہیں اور جسے ہم نے دیکھا ہے۔ اُس کی گواہی دیتے ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۳ اور آیت ۱۱) آپ یہودی علمائے کرام کے اقوال کا حوالہ نہیں دیتے تھے۔ آپ یہ نہیں کہتے تھے کہ میرے فلاں اُستاد نے فلاں بات کہی ہے۔ آپ کبھی کبھی توریت شریف اور صحائف انبیاء کا ذکر کرتے تھے لیکن آپ نے ان کتب کو اپنی تقریر یا الفاظ کی بنیاد نہ بنایا آپ وہی پیغام دیتے تھے اور وہی کلام منہ سے صادر کرتے تھے جو پروردگار آپ کو بولنے پر راغب کرتے تھے۔ لیکن فریسیوں، فقیہوں اور علمائے کرام کی نگاہ میں سیدنا عیسٰی عامتہ الناس میں سے ایک جاہل تھے جنہوں نے کسی یہودی امام کے قدموں میں بیٹھ کر علم الٰہیات کی تحصیل نہیں کی تھی یہودی امام ان لوگوں کو جو علمائے کرام کے قدموں میں بیٹھ کر تعلیم حاصل نہیں کرتے تھے جاہل حیوان مطلق سماری وغیرہ کہتے تھے۔ (Begnnings of

Marfat.com

(Christianity.Part 1 vol 1 page 444)

سیدنا عیسیٰ جیسے تیس سالہ جوان کا بزرگانِ دین کو یہ کہنا کہ تم گمراہ ہو کیونکہ نہ پروردگار کے کلام کو جانتے ہو نہ پروردگار کی قدرت سے واقف ہو (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲ اور آیت ۲۴) اُنکی نظر میں پرلے درجہ کے حماقت اور ناقابل برداشت گستاخی تھی یہودی علمائے کرام کا طبقہ رجعت پسند تھا ان کا یہ قاعدہ تھا کہ مکھی پر مکھی مارتے تھے۔ اور مروجہ عقائد سے باہر ایک قدم بھی نہیں تھے۔ جب تک ان کے قول کے لیے ان کے پاس متقدمین سے کسی مستند عالم کی سند موجود نہ ہو۔

فقیہ عام معنوں میں صاحب اختیار معلم تھے۔ وہ اسرائیلی نظام کے مقبول شدہ اور مقرر کردہ اُستاد تھے لیکن گو عوام الناس جاہل تھے۔ تاہم اُن میں اس قدر عقل ضرور تھی کہ وہ اِن معلموں میں اور اللہ تبارک تعالیٰ کے فرستادہ معلم میں تمیز کر سکیں۔ جب وہ سیدنا عیسیٰ کی زبان معجز بیان سے الٰہی حقائق سنتے تو بے ساختہ بول اٹھتے کہ آپ ان کو فقیہوں کی طرح نہیں بلکہ صاحب اختیار لوگوں کی طرح تعلیم دیتے تھے۔ سیدنا عیسیٰ جوان فریسیوں کی آنکھوں میں ایک معمولی نوخیز جوان تھے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۳ اور آیت ۵۶) نہ کسی مستند عالم کی سند کی پروا کرتے تھے اور نہ کسی مروجہ عقیدہ کا لحاظ رکھتے تھے بلکہ ظاہری رسوم ورواج کو بے دریغ پاؤں تلے روندتے تھے۔ اور ایسی تعلیم دیتے تھے جس سے علمائے کرام کے کان مانوس نہیں تھے اور جو بعض اوقات ان کی نظر میں کفر سے کم نہ تھی (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۲ اور آیت ۷) پس وہ چڑ کر آپے سے باہر ہو جاتے اور سیدنا عیسیٰ سے پوچھتے۔ آپ ان کاموں کو کس کے اختیار سے کرتے ہیں؟ وہ کون ہے جس نے آپ کو یہ اختیار دیا ہے؟ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۱ اور آیت ۲۸) (راوی حضرت لوقا رکوع ۲۰ اور آیت ۲) یہودی علمائے کرام کتابوں کے کیڑے تھے جو بات بات پر مسلم الثبوت استادوں اور بزرگان دین اور مقتدایان یہودیت کے اقوال اپنی تائید میں پیش کیا کرتے تھے اور منطقیانہ استدلال سے کام لیتے تھے لیکن معرفت الٰہی کی کنجی سیدنا عیسیٰ کے پاس ہی تھی۔ کیونکہ عشق الٰہی کی آگ آپ کے

Marfat.com

سینہ میں بھڑکتی تھی۔

سیدنا عیسیٰ مسیح کے سامعین

فریسی معلم عوام الناس کو بنظر حقارت دیکھتے تھے لفظ فریسی کا مطلب ہی عوام الناس سے الگ رہنا ہے۔ان کا مقولہ تھا کہ یہ عام لوگوں جو شریعت سے واقف نہیں لعنتی ہیں۔(انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۷ اور آیت ۹) وہ گھناؤنے ہیں اور ان کی عورتیں ناپاک حشرات الارض ہیں۔ان کا یہ خیال تھا کہ وہ عام لوگوں کو چھونے سے ناپاک ہو جاتے ہیں۔عوام جس پھل کو ہاتھ لگائیں وہ ناپاک ہو جاتا ہے اور وہ حیوانات سے بدتر ہیں اور ان کی شہادت قابل قبول نہیں (Ibid page 440-444) یہودی امام ربی حلیل کا قول تھا کہ ''کوئی اجڈ گنوار گناہ کرنے سے نہیں جھجک سکتا اور عامتہ الناس صالح نہیں ہو سکتے'' (Aboth.2.6ed.Taylor) حکم تھا کہ اگر ان میں سے کوئی شخص صالح بھی ہو تو بھی اس کے پڑوس میں مت رہو۔ان کے عبادت خانوں میں ان کے پاس بیٹھنا موت سے بدتر خیال کیا جاتا تھا (Beginnings of Christianity. pt.1. vol.1 p.443 لیکن سیدنا عیسیٰ عوام الناس کو کوڑ مغز بے بصیرت یا ملعون خیال نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کی دلی آرزو تھی کہ عام لوگ پیغامِ الٰہی کو سنیں۔اور سوچ سمجھ کر اس کو قبول کریں (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۳ اور آیت ۱۶) آپ کا دل عوام الناس کی ابتر حالت کو دیکھ کر بھر آتا (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۴ اور آیت ۱۴) کیونکہ ان کا کوئی حقیقی معلم اور ہمدرد نہ تھا۔ وہ ان بھیڑوں کی مانند تھے جن کا چرواہا نہ ہو۔(انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۶ اور آیت ۲۴) ان کی جہالت آپ کے دل میں بے صبری کی جگہ ترس اور محبت کے جذبات پیدا کرتی تھی (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۹ اور آیت ۳۶) یہی وجہ تھی کہ جہاں یہودی علمائے کرام میں اور عوام میں عداوت رہتی حتیٰ کہ یہودی امام ربی الیغر کہتا ہے کہ کفارہ کے روز عوام میں سے کسی کو قتل کرنا بھی جائز ہے وہاں عوام الناس خوشی سے آپ کی تعلیم کو سنتے تھے۔(انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲ اور آیت ۳۷) آپ ہر وقت اور

Marfat.com

ہر جگہ الٰہی محبت کا پیغام لوگوں کو سناتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ اسی مقصد کو انجام دینے کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہیں (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۴ اور آیت ۴۳) (راوی حضرت مرقس رکوع ۱ اور آیت ۳۷) لوگ جوق در جوق آپ کا کلام معجز نظام سننے کے لئے آتے۔ بعض اوقات شہر کا شہر جمع ہو جاتا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱ اور آیت ۳۳) جب آپ تعلیم دیتے تو اتنے آدمی جمع ہو جاتے کہ دروازہ کے پاس جگہ بھی نہ رہتی (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۲ اور آیت ۲) چونکہ گھر اتنے بڑے جم غفیر کے لیے تنگ ہوتا۔ آپ باہر جھیل کے کنارے چلے جاتے تاکہ وہاں تعلیم دیں (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۲ اور آیت ۱۳) لیکن بعض اوقات وہاں بھی بھیڑ اس قدر جمع ہو جاتی کہ کھوے سے کھوا چھلتا (راوی حضرت لوقا رکوع ۸ اور آیت ۴۵) بعض اوقات بھیڑ بھی کشتیوں میں سوار ہو کر آپ کی تعلیم سے مستفیض ہونے کی خاطر جھیل کے دوسرے کنارے پہنچ جاتی (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۶ آیت ۵ اور ۲۴) اور کئی دن تک آپ کی تعلیم سے فیض حاصل کرتی (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۸ اور آیت ۲) ارض مقدس میں صدیوں سے کسی نبی کی آواز سنی نہ گئی تھی (زبور شریف رکوع ۷۴ اور آیت ۹ وغیرہ) پس جائے تعجب نہیں کہ جب پروردگار کا مرسل برگزیدہ آیا تو ہزاروں اس کا پیغام سننے کے لئے کوسوں پیدل پار جاتے۔ عوام الناس کے نزدیک آپ ناصرت کے نبی تھے جو حضرت عاموس حضرت یسعیاہ اور حضرت یرمیاہ کی مانند تھے پس گاؤں کے گاؤں آپ کا دیدار حاصل کرنے کے لیے اور آپ کی تعلیم سے بہرہ اندوز ہونے کی خاطر دور دور سے آتے۔ جب آپ دیکھتے کہ عوام الناس بخوشی تمام آپ کے پیغام کو سنتے اور قبول کرتے ہیں تو آپ پروردگار کا شکر بجا لاتے اور کہتے اے پروردگار آسمان اور زمین کے مالک میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۱ اور آیت ۲۵) آپ نے ان مفلس اور غمزدہ لوگوں کو جن کے لیے زندگی دوبھر ہو گئی تھی۔ دعوت دی اور فرمایا۔ اے محنت اٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگوں میرے پاس آؤ۔ میں تم کو آرام دوں گا (انجیل شریف راوی حضرت متی

Marfat.com

رکوع ۱۱اور آیت ۲۸)۔

حلقہ حوارئین

عوام الناس کو تعلیم دینے کے علاوہ سیدنا عیسٰی نے حواریوں کا ایک حلقہ اپنے گرد جمع کر لیا۔ اس حلقہ میں بہت لوگ شامل ہو جاتے لیکن سیدنا عیسٰی نے اس کی تعداد کو بارہ سے بڑھنے نہ دیا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۳ آیت ۱۳اور ۱۴) جب ہم سیدنا عیسٰی کے انتخاب پر نظر کرتے ہیں تو ہم حیران رہ جاتے ہیں کہ آپ نے اپنے پیغام کی تبلیغ کے لئے کسی عالم یا دولتمند یا ذی اثر اور بارسوخ ہستی کو نہ چنا بلکہ آپ نے جاہلوں ناداروں اور مچھوؤں وغیرہ کو جو دنیا کی نظر میں حقیر تھے اس کارِ عظیم کے لئے منتخب فرمایا اور یہ طریقہ کار ہماری نظروں میں عجیب ہے کیونکہ جب دنیا دار انسان کسی تحریک کو شروع کرتے ہیں تو وہ کسی مقتدر ہستی کی تلاش کرتے ہیں جو اپنے رسوخ سے اس تحریک کو چلا سکے لیکن سیدنا عیسٰی کا یہ طریقہ نہ تھا۔ آپ نے غریب طبقہ کے بارہ افراد کو اپنے خاص صحابہ کرام بننے کا شرف بخشا۔ اور ان صحابہ کرام کو سیدنا عیسٰی نے خاص طور پر تعلیم دینی شروع کی تاکہ وہ دوسروں کو تعلیم دینے کے قابل ہو سکیں (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۰اور آیت ۲۷) (راوی حضرت مرقس رکوع ۶ آیت ۷ سے ۱۳) (راوی حضرت لوقا رکوع ۱۰ آیت ۱ سے ۲۰) عوام الناس کو تعلیم دینے کے بعد ان حواریوں کو آپ خاص طور پر تعلیم دیتے اور خلوت میں آپ ان کو اپنے کلمات طیبات کا مطلب سمجھاتے (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۴ آیت ۱۱اور ۳۴) آپ نے رفتہ رفتہ ان کے ذہن کھولے تاکہ وہ موجود اور آئندہ واقعات کی روشنی میں آپ کی تعلیم کے مفہوم کو بخوبی سمجھ سکیں۔ یہ طریقہ کارگر ثابت ہوا اور انہی حواریوں میں سے ایک نے آپ کے مسیح موعود ہونے کا اقرار کیا۔ ان ہی حواریوں کو آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام صلیب کے پیغام کی تعلیم دی (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۹ آیت ۳۱) اور صلیبی موت کے مفہوم کو سمجھایا (راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۱۹اور رکوع ۱۴ آیت ۲۲اور ۲۴) (راوی حضرت لوقا رکوع ۲۴ آیت ۲۵ سے ۲۶) آپ

Marfat.com

نے اُن کے ذہن نشین کر دیا کہ ان تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا (انجیل شریف راوی (حضرت متی رکوع ۵ آیت ۱۱) انجیل شریف راوی (حضرت مرقس رکوع ۸ آیت ۳۴ اور رکوع ۱۳ آیت ۹ سے ۱۳) سیدنا عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو جہاں تک اُن کی ناقص عقل سمجھ سکتی تھی سمجھایا آپ نے ان کو خاص طور پر تعلیم دی تا کہ وہ قوت سے یروشلم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک (انجیل شریف اعمال رسل رکوع ۱ آیت ۸) آپ کی تعلیم کی اشاعت کر سکیں۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ کی اشاعت ان ہی گنوار اور دہقانی حواریوں کے ذریعہ اکناف عالم میں ہوئی اور یہ آپ کے طریقہ تعلیم کے موثر ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

سیدنا عیسیٰ مسیح کا طرز تعلیم

سیدنا عیسیٰ نے لوگوں کو دیگر معلموں کی طرح تعلیم نہ دی۔ آپ نے افلاطون یا ارسطو یا شنکر آچاریہ کی مانند نہ تو فلسفیانہ کتب تصنیف کیں اور نہ اپنی تعلیم کو فلسفیانہ لباس پہنایا۔ آپ نے اپنی تعلیم کی بنیاد منطقی قضایا پر نہ رکھی اور نہ اُن قضایا کے لئے آپ نے مضبوط دلائل اور بین براہین پیش کیں کیونکہ آپ نے علماء اور حکما کے طبقہ کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ نہ کیا۔ تاہم آپ کی تعلیم نے دُنیا کی کایا پلٹ دی جس نے سماج کے تمام طبقوں کو متاثر کر دیا۔ حتیٰ کہ ماہی گیروں اور گنہگار عورتوں تک کے اذہان کھول دیئے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آپ نے کبھی اپنی تعلیم کا ایک لفظ بھی اپنے دست مبارک سے نہ لکھا۔ لیکن آپ کا کلام گو زبانی تھا پر لازوال تھا۔ آپ جانتے تھے کہ آپ کے مبارک الفاظ ہمیشہ محفوظ رہیں گے اور آپ نے فرمایا۔ ''آسمان اور زمین ٹل جائینگے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی'' (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۴ آیت ۳۵)۔

آپ کا طریقہ تعلیم دُنیا بھر سے نرالہ تھا۔ آپ نے لوگوں کو تقریباً تیس چھوٹی چھوٹی کہانیوں یا تمثیلوں کے ذریعہ تعلیم دی یہ تمثیلیں نہایت خوبصورتی سے سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کو پتھر کی لکیر کی طرح سادہ لوگوں کے ذہن نشین کر دیتی ہیں ان کی سادگی اور لطافت نہایت نازک طور

Marfat.com

سے آج بھی ہمارے دلوں کو بطرز احسن متاثر کرتی ہے اور سیدنا عیسیٰ کی زبان معجز بیان نے ان تمثیلوں کو اس خوبی سے ادا کیا ہے کہ وہ آپ ہی اپنی نظیر ہیں ہر ملک اور زمانہ کے لوگوں کے دلوں کو وہ اپنی طرف کھینچتی ہیں اور جاہل و عالم ادنیٰ اور اعلیٰ ہر طبقہ کے لوگوں کو اپیل کرتی ہیں۔ تمثیلیں سیدنا عیسیٰ کی جدت طبع کا نتیجہ ہیں۔ گو آپ سے پہلے اہل یہود تمثیلوں سے ناواقف نہ تھے لیکن آپ اس دنیا میں پہلے شخص تھے جنہوں نے تمثیلوں کو اپنی تعلیم کا ذریعہ بنایا۔ توریت شریف اور صحائف انبیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حواریوں نے تمثیلوں کے ذریعہ کبھی تعلیم نہ دی۔ تاریخ ہمیں کسی اور شخص کا پتہ نہیں بتاتی جس نے یہ طریقہ استعمال کیا ہو پس صرف سیدنا عیسیٰ ہی اکیلے مذہبی پیشوا ہیں جنہوں نے اپنی تعلیم تمثیلوں کے ذریعہ دی ہے پس جس طرح آپکی شخصیت بے نظیر ہے۔ اُسی طرح ان کی طریقہ تعلیم بھی لاثانی ہے۔ سیدنا عیسیٰ اپنی تمثیلوں میں اکثر ایسی اشیاء کا ذکر کرتے تھے جو عام ہیں اور روزمرہ مشاہدے میں آتی ہیں۔ پس سننے والا نہایت آسانی سے اُن کو یاد رکھ سکتا تھا اور ان اشیاء کو بار بار دیکھنے سے ان تمثیلوں کی یاد اُس کے دل میں ہمیشہ تازہ ہو جاتی تھی۔ سیدنا عیسیٰ کے ہاتھ میں زندگی کی نہایت معمولی اشیاء تمثیلوں کے ذریعہ سبق آموز ہو گئیں ان تمثیلوں کے معانی نہایت مطلب خیز تھے۔ اور ہر شخص کے سر میں دماغ اور دماغ میں سمجھ تھی اور جو الٰہی اُمور کی بابت شوق رکھتا تھا ان تمثیلوں کو عموماً سمجھ سکتا تھا (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۳) تمثیلوں میں تعلیم دینے کا منشا یہ بھی تھا کہ لوگ پروردگار کے دین کے امور کی نسبت متجسس ہوں یہ تمثیلیں دینِ الٰہی کے بھیدوں کو متلاشیوں پر ظاہر کر دیتی تھیں۔ لیکن کاہل لوگ جن کو اللہ وتبارک تعالیٰ کے کلام کا شوق نہیں تھا۔ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے۔ یہ بھی اس ازلی قانون کی مثال ہے کہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا۔ لیکن جس کے پاس نہیں ہے اس سے وہ بھی جو اُس کے پاس ہے لے لیا جائے گا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۳ اور آیت ۱۲) قسم دوم کی جماعت کو یہ موقع تھا کہ وہ تعلیم حاصل کر سکیں لیکن وہ سمجھنے کی پروا نہیں کرتے تھے۔ اس صداقت کو سیدنا عیسیٰ نے ان الفاظ میں ادا کیا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے۔ اور

Marfat.com

اُنہوں نے اپنی آنکھیں بند کرلی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں او کانوں سے سنیں اور دل سے سمجھیں اور رجوع لائیں اور میں ان کو شفا بخشوں۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۳ آیت ۱۳ سے ۱۵) قسم اوّل کے اشخاص پروردگار کے دین کے اُمور کی تلاش کرتے ہیں اور اُن کو "پروردگار کے دین کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے" (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۳ اور آیت ۱۱) سیدنا عیسیٰ ان کی نسبت فرماتے ہیں۔ مبارک ہیں ان کی آنکھیں کیونکہ ہو دیکھتی ہیں اور اُن کے کان اس لئے کہ وہ سنتے ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۳ آیت ۱۶) سیدنا عیسیٰ کی تمثیلیں ایک اور امر اہم منکشف کرتی ہیں کہ اشیائے فطرت اور روحانی اُمور میں تطبیق ہے آپ سے پہلے کسی شخص نے اس حقیقت کو نہ پایا آپ پہلے معلم تھے جن کی تعلیم سے یہ معلوم ہوا کہ روحانی مزاج اشخاص کے لئے تمام خلقت ایک تمثیل ہے۔ جو خالق کو لاپروا لوگوں سے چھپاتی ہے۔ مگر بابصیرت لوگوں پر ظاہر کرتی ہے۔ سیدنا عیسیٰ اسی خلقت کی معمولی اشیاء کو اُن رموز کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال فرماتے ہیں جو بنائے عالم کے وقت سے پوشیدہ رہی ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۳ آیت ۳۵) جرمن فلاسفر شیلنگ (Shellong) کہتا ہے کہ فطرت ایک تمثیل ہے اور تاریخ اس کی ایک تاویل ہے۔ سیدنا عیسیٰ کے نزدیک فطرت اور تاریخ دونوں تمثیلیں ہیں اور پروردگار کا دین ان تمثیلوں کی تاویل ہے۔ بیت اللہ میں سیدنا عیسیٰ توریت شریف اور صحائف انبیاء کی تشریح فرماتے ہیں تھے لیکن تمثیلوں میں آپ نے صحیفہ فطرت کی تاویل فرمائی۔ اور دونوں قسم کے صحیفوں سے روحانی حقائق خلق اللہ پر ظاہر فرمادیئے۔

سیدنا عیسیٰ مسیح کے کلام کی فصاحت و بلاغت

سیدنا عیسیٰ کی طرز تعلیم میں ایک اور بات قابل غور ہے آپ نے عبرانی نظم کے طریقہ کو اختیار فرمایا جو توریت شریف صحف انبیاء اور زبور شریف میں موجود ہے سیدنا عیسیٰ کا کلام معجز نظام مختلف صنعتوں سے بھرا پڑا ہے اور فصاحت و بلاغت سے پرُ ہے۔ جب ہمارے اُردو ترجمہ

Marfat.com

میں اُس کا لطف موجود ہے تو ارآمی زبان میں اس کا لطف دوبالا ہوگا۔ بعض اوقات ایک ہی خیال کو دو مختلف شکلوں میں دو مصرعوں میں ادا کیا گیا ہے۔ مثلاً

جو میری طرف نہیں وہ میرے خلاف ہے اور
جو میرے ساتھ جمع نہیں کرتا بکھیرتا ہے
(انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۱ اور آیت ۲۳)

تیرا یہ بھائی مردہ تھا اب زندہ ہوا
کھویا ہوا تھا اب ملا ہے
(انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۵ اور آیت ۳۲)

بعض اوقات صنعت تضاد کا استعمال کیا گیا ہے۔

ملاحظہ ہو

جو کوئی اپنی جان بچائے گا وہ اسے کھوئے گا
جو کوئی میرے اور انجیل کے واسطے اپنی جان کھوئے گا۔ وہ اُسے بچائے گا۔
(انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۸ آیت ۲۵)

بعض اوقات صنعت ردالعجز الی الصدر استعمال کی گئی ہے یعنی پہلے مصرع کے آخری حصہ کو دوسرے مصرع کے شروع میں دہرایا گیا ہے اور اس میں کچھ ایزاد بھی کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

جو تم کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے
جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے
(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۰ آیت ۴۰)

بعض اوقات صنعت تمثیل کا استعمال ہوا ہے اور حضرتِ سلیمان کے امثال کے طرز پر امثال فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

جو تمہارے خلاف نہیں وہ تمہاری طرف ہے

Marfat.com

(انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۹ آیت ۵۰)

تم زمین کے نمک ہو

(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۱۳)

تم پروردگار اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے

(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۲۴)

توریت شریف اور صحائف انبیاء میں بہت سے فقرے ایسے ہیں جو اس طرز پر ڈھالے گئے ہیں۔

"۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ"

یہ صفت انجیل شریف میں پائی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

فانی خوراک کے لئے محنت نہ کرو۔ بلکہ اس خوراک کے لئے جو ابدی زندگی کے لئے قائم رہتی ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۶ آیت ۱۷)

انجیل شریف میں ایسی آیات کی تعداد دو صد سے زیادہ ہے۔ بعض اوقات سیدنا عیسیٰ استعارہ اور تشبیہ کا استعمال فرماتے ہیں مثلاً اے یروشلم کتنی ہی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے جمع کر لیتی ہے اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں۔ مگر تم نے نہ چاہا۔

بعض اوقات صنعت حسن تعلیل کا استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کرو گے تو تمہارا پروردگار بھی تم کو معاف کرے گا اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا پروردگار بھی تمہارے قصور معاف نہ کرے گا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۱۴ سے ۱۵)۔

اختصار مانع ہے ورنہ سیدنا عیسیٰ کا کلام معجز نظام مختلف صنائع اور بدائع سے پُر ہے۔ اس لحاظ سے ایک معجزہ ہے اس میں ایک مقام بھی ایسا نہ ملے گا جو بے جوڑ یا خامی عبارت سے پُر ہو یا جس میں الم غلم بیر گھٹلی الفاظ حشویہ بھرے ہوئے ہوں یا بے معنی تکرار ہو۔ یہ ایک بحر ذخار

94290

Marfat.com

ہے جس میں سے گذشتہ دو ہزار سال سے غواصان بحر حقیقت نے نادر موتی نکالے ہیں۔ آپ کے ہر لفظ میں نکتہ ہے ہر فقرہ اعجازی ہے آپکا کلام فصاحت و بلاغت اور نظم ترتیب کے لحاظ سے یگانہ روزگار ہے۔

سیدنا عیسیٰ کا کلام ایسا تھا کہ جس نے ایک دفعہ سن لیا وہ کبھی بھول نہ سکا۔ کون شخص ہے جو اپنی زندگی میں مندرجہ بالا انجیلی فقروں میں کسی ایک کو سن لے اور بھول سکے؟ فقرات ایسے برجستہ اور چست ہیں کہ فوراً ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ وہ ایسے پر معنی ہیں کہ درنایاب ہیں اس میں سادہ ترین الفاظ ایک لڑی میں پروئے گئے ہیں۔ اور اُن میں انتہا درجہ کا جوش اور اثر پیدا ہو گیا ہے۔ اُن کی عدیم المثال کامیابی اُن کے اثر ریز ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

سیدنا عیسیٰ مسیح کی جدت طبع

سیدنا عیسیٰ کی جدت طبع صرف اُسی سے ظاہر نہیں کہ آپ عوام الناس کو تعلیم دیتے تھے جن کو دیگر یہودی علمائے کرام حقیر جانتے تھے۔ آپ کی جدت طبع آپ کی لاثانی اور بے نظیر طرز تعلیم پر ہی منحصر نہیں بلکہ اُس کا تمام انحصار آپ کی مخصوص تعلیم پر ہے۔ بعض مخالفین یہودی کتب سے آپ کی تعلیم کی نظیریں پیش کرتے ہیں مثلاً آنجہانی مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ مسیح نے یہود کی کتب تالمود (یہودی احادیث کی کتاب) سے تعلیم چوری کر کے لوگوں پر ظاہر کیا کہ یہ میری تعلیم ہے (ضمیمہ انجام آتھم ص ٦)

لیکن یہودی عالم ڈاکٹر مانٹی فیوری اس امر کی نسبت لکھتا ہے کہ یہ نظیریں پیش کی نہیں جاسکتیں اور اس کے دو سبب ہیں اوّل یہ کہ ان یہودی کتب کا ایک بہت بڑا حصہ پہلی صدی مسیح کے بعد لکھا گیا۔ جب انجیل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود تھی۔ دوم یہ کہ ان یہودی کتب کا اب تک کافی مطالعہ نہیں کیا گیا اور درحقیقت وہی نظیریں زیر بحث ہیں جو پیش کی جاتی ہیں۔

(Montefiore Religious Teaching of Jesus page 10-11)

پس جب یہودی کتب مابعد کے زمانہ میں تصنیف ہوئیں تو مقدم سیدنا عیسیٰ ٹھہرے۔

Marfat.com

لیکن اگر ہم تقدیم وتاخیر کے سوال کواڑادیں اور بفرض محال اگر مخالفین یہودی کتب سے نظریں پیش بھی کر سکیں تو اس سے سیدنا عیسیٰ کی جدت پر حرف نہیں آ سکتا کیونکہ اگر یہودی کتب کے انباروں کے انبار میں سے چند ایک فقرات دُرِّ نایاب کی طرح نکل بھی لائیں۔تو وہ سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کی درحقیقت کوئی نظیر نہیں ہو سکتے ۔کیونکہ یہ فقرات ہزاروں یہودی علمائے کرام کی کتب کے انباروں میں سے نکالے جائیں گے لیکن سیدنا عیسیٰ اکیلے ایسے معلم ہیں جن کے تمام اقوال اگرایک جگہ جمع کیے جائیں تو بمشکل پچاس صفحوں کے قریب ہوں گے ان اقوال میں ایک فقرہ بھی ایسا نہیں ہے۔جو دریائے معرفت کا درنایاب نہ ہو۔

جرمن نقاد ولہاسن (Wellhausen) کہتا ہے کہ یہودی علما کا خیال ہے کہ سیدنا عیسیٰ کے اقوال تالمود میں پائے جاتے ہیں ۔چلو مان لیں یہ صحیح ہے لیکن انجیل میں ان کے علاوہ بیسیوں اقوال ہیں جو تالمود میں نہیں ملتے سیدنا عیسیٰ پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے وہ کچھ کیا جو کسی نے نہ کیا تھا۔آپ نے یہودی علم فقہ اور قیود شرعیہ کے کوڑا کرکٹ میں سے ازلی اصول دریافت کئے علاوہ ازیں متعدد اقوال ایسے بھی ہیں جو انجیل میں سے اخذ کر کے تالمود میں ڈال دئے گئے ہیں۔اب وہ اقوال یہودی اقوال ہونے کا باطل دعویٰ کرتے ہیں۔

(Quoted By Rashdall In Conscience And Christ Page 93 Note)

یہودی علمائے کرام کی تعلیم میں اخلاق کے گیہوں کے دانے موجود تھے لیکن وہاں جھاڑیوں کے بے شمار کانٹے بھی تھے اور جھاڑیوں نے بڑھ کر گیہوں کے دانوں کو دبا لیا تھا۔سیدنا عیسیٰ نے جھاڑیوں کو جمع کر کے جلانے کے واسطے ان کے گٹھے باندھ دئے اور گیہوں کو جمع کر لیا۔

علاوہ ازیں سیدنا عیسیٰ کی طرزِ تعلیم کی جدت صرف آپ کے مختلف اقوال میں ہی نہیں بلکہ سالم تعلیم میں ہے تعلیم کی نظیر تب ہی ثابت ہوسکتی ہے اگر یہودی علمائے کرام کی سالم تعلیم اور سیدنا عیسیٰ کی سالم تعلیم کو لیں اور ان کا مقابلہ کر کے ان کی نظیر ثابت کریں۔لیکن یہ کوئی انسان نہیں کر سکتا کیونکہ یہودی علمائے کرام کی تعلیم کی روح اور سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کی روح میں بعد المشرقین ہے۔ دونوں کے زاویہ نگاہ میں اختلاف ہے۔ دنوں کی فضا الگ ہے۔ دونوں کی

Marfat.com

خصوصیات جدا ہیں۔ آپ کے جاہل اور گنوار سامعین بھی بول اٹھے کہ وہ ان کو فقیہوں کی طرح نہیں بلکہ صاحب اختیار کی طرح تعلیم دیتا تھا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱ آیت ۲۲) ان دونوں میں کسی طرح کا تعلق ہی نہیں تھا وہ بچپن سے فقہا کی تعلیم سنتے آئے تھے لیکن ان کے کانوں نے سیدنا عیسیٰ کی تعلیم نہ فریسیوں کی سی تھی نہ صدوقیوں کی سی تھی آپ کے خیالات نہ قوم پرستوں کے سے تھے اور نہ ہیرودیسیوں کے سے تھے۔ آپ کے الفاظ میں نہ تو یہودی کتب مقدسہ کا عنصر غالب تھا اور نہ ان پر یونانیت کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ آپ نے اخلاق کو ایک نئے اصل اصول پر قائم کیا تھا۔ آپ کی تعلیم نئی تھی اور اس کا سبب بھی آپ نے بتا دیا۔ آپ نے فرمایا میری تعلیم میری نہیں بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۷ آیت ۱۶) پس ہر پہلو سے آپ کی طبع زاد تعلیم بے نظیر اور لاثانی ہے۔

سیدنا عیسیٰ کی زندگی، موت اور فتحیاب قیامت کے بغیر ہم آپ کی تعلیم کا مفہوم سمجھ ہی نہیں سکتے۔ آپ کی زندگی کے واقعات آپ کی تعلیم پر پوری روشنی ڈالتے ہیں اور سیدنا عیسیٰ کا کام اور اکمل نمونہ اس تعلیم کی بہترین مثال ہے۔ پس کسی حالت میں بھی ہم آپ کی تعلیم کو آپ کی زندگی سے الگ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ کی زندگی میں تعلیم موجود ہے۔ جس طرح آپ کی تعلیم میں زندگی موجود ہے یہ دونوں درحقیقت ایک ہی ہیں اور ایک کا دوسرے کے بغیر مطالعہ کرنا درحقیقت اس پہلو پر ظلم کرنا ہے۔ لیکن اس رسالہ میں ہمارا موضوع صرف سیدنا عیسیٰ کی تعلیم ہے لہٰذا جہاں تک ممکن ہوسکتا ہے ہم صرف آپ کی تعلیم کا ہی ذکر کریں گے۔

ایک اور پہلو سے بھی مجرد تعلیم پر غور کرنا اس پر ظلم کرنا ہے۔ سیدنا عیسیٰ کے زریں اقوال مختلف موقعوں پر بولے گئے تھے۔ ان کی شان نزول کو نظر انداز کر کے ان کو ایک نظام میں منسلک کر کے مختلف عنوانوں کے تحت ان کا مطالعہ کرنے سے ان کا وہ لطف جاتا رہتا جو سامعین کو حاصل ہوتا تھا۔ سیدنا عیسیٰ کا دل معرفت کا دریا تھا۔ آپ نے دل کے اچھے خزانے سے اچھی چیزیں نکالیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۶ آیت ۴۵) آپ کے اقوال بجلی کی کوند کی مانند ہیں جو بدی کی تاریکی کو دور کر کے اکناف عالم کو روشن کر دیتے ہیں۔ لیکن ان

Marfat.com

اقوال کو ایک ڈھانچہ میں ڈال کر ان کا مطالعہ کرنا ان پر ظلم کرنا ہے۔ آپ کا طرز تعلیم فلاسفہ کا سا نہ تھا۔ آپ نے دیدہ دانستہ ایسے طرز تعلیم کو رد کر دیا جو فلاسفہ اور یہودی علمائے کرام کی تھی۔ وہ اپنے اقوال کو ایک نظام میں ڈھال کر مختلف عنوانوں کے تحت اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے تھے۔ سیدنا عیسیٰ بھی اگر چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے یہ طریقہ پسند نہ فرمایا۔ لیکن یہی طریقہ ہر مصنف کو مجبوراً استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پس چونکہ ہم ایسا طریقہ استعمال کرتے ہیں جو سیدنا عیسیٰ نے دیدہ دانستہ رد کر دیا تھا۔ قدرتاً ہم آپ کے الفاظ اقوال پر جبر عظیم کرتے ہیں۔

(Cf,Rashdall, Conscinece and Christ pp.114-115.)

Marfat.com

باب اول

حقوق اللہ

فصل اول: تعلیم سیدنا عیسیٰ در بارۂ ذات الٰہی

(۱)

اہل یہود کے لئے احکام عشرہ میں پہلا حکم یہ تھا کہ میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا (توریت شریف خروج رکوع ۲۰ آیت ۳) اوائل زمانہ میں اہل یہود اس حکم کا مطلب یہ سمجھے کہ اس حکم سے دیگر اقوام وممالک کے معبودوں کی عبادت ممنوع ہے لیکن اُن کے وجود کی نفی نہیں ہوتی ۔ بلکہ جس طرح اُن کا پروردگار حقیقی وجود رکھتا ہے اور اُن کی قوم یہود پر حکمران ہے اسی طرح دیگر ممالک کے معبود حقیقی وجود رکھتے ہیں ۔ اور اُن اقوام پر حکمران ہیں جو ان کی پرستش کرتی ہیں ۔ صرف اہل یہود کو ان غیر معبودوں کی پرستش سے منع کیا گیا ہے ۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح ان کے پروردگار نے اُن کو ملک کنعان کی سرزمین عطا کی ہے اُسی طرح دیگر ممالک کے معبودوں نے اپنی اقوام کو اُن کے ممالک عطا کئے ہیں ۔ معبودوں کی حکمرانی اُن کے پرستاروں کے ملک کی سرحد تک محدود سمجھی جاتی تھی لہٰذا ایک ملک کے معبود کی پرستش اُس کی حددو کے باہر دوسرے ملک کی سرزمین میں نہیں ہوسکتی تھی (صحائف انبیاء قضاۃ رکوع ۱۱ آیت ۲۴) (صحائف انبیاء اسموئیل رکوع ۲۶ آیت ۱۹) (صحائف انبیاء ۲سلاطین رکوع ۵ آیت ۱۸ وغیرہ) ۔

Marfat.com

سیدنا عیسٰی سے آٹھ صدیاں پیشتر انبیائے عظام مثلاً حضرت یسعیاہ، حضرت ہوسیع، حضرت عاموس اور حضرت میکاہ نے اہل یہود کو یہ تعلیم دی تھی کہ اُن کا پروردگار اکیلا واحد حقیقی برحق اور لاشریک خدا ہے اور تمام بت اور دیگر ممالک کے معبود باطل ہیں جو کوئی ہستی نہیں رکھتے۔ یہوواہ (یہودی اصطلاح میں اللہ وتبارک تعالیٰ کا نام) دانائے مطلق اور حاضر و ناظر خالق کون ومکان ہے جو اپنی خلقت کا پروردگار ہے وہ قادر مطلق لامحدود ازلی الرحمٰن الرحیم ہے۔ جو ہمارے گناہوں کو معاف کرتا ہے اہل یہود پروردگار کے نام یہوواہ کو اسم اعظم اور مقدس ترین نام خیال کرتے تھے۔ وہ ''یہوواہ'' نام منہ سے نکالنے سے ڈرتے تھے۔ لہٰذا وہ اس نام کا بہت کم استعمال کرتے تھے۔ پس اُن میں خدا کے لئے چند دیگر نام مروّج تھے۔ پروردگار کو عموماً ''ستودہ'' (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۴ آیت ۶۱) یا حق تعالےٰ (زبور شریف رکوع ۹۱ آیت ۱) یا ''آسمان'' (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۳ آیت ۲۷) یا محض ''نام'' یا ''قدرت'' (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۴ آیت ۶۲) کے ناموں سے خطاب کیا جاتا تھا۔ یہودی علمائے کرام نے پروردگار کی ہستی کو ایسا بلند وبالا اور بعید بنا دیا تھا۔ کہ پروردگار اور اُس کی خلقت میں ایک بڑی خلیج حائل ہوگئی تھی۔ سیدنا عیسٰی نے اُس خلیج کو ہٹا دیا اور یہ تعلیم دی کہ گو پروردگار انسان سے بلند وبالا ہے تاہم وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کی ذات ہی محبت ہے۔

گو سیدنا عیسٰی دین الٰہی کی تبلیغ کرتے تھے تاہم آپ نے پروردگار کا تصور سیاسی اور پولیٹکل حلقوں سے اخذ نہ کیا۔ آپ نے پروردگار کو کبھی بادشاہ نہ کہا۔ آپ کے نزدیک اللہ وتبارک تعالیٰ کوئی حضرت سلیمان بادشاہ کی طرح نہ تھا جو اپنی ساری شان شوکت سے آسمانی تخت پر بیٹھا ہے (Streeter In Immoratality page 148) آپ نے پروردگار کے تصور کو خاندانی زندگی سے اخذ کیا۔ آپ کی تعلیم کے رگ وریشہ میں پروردگار کی محبت کا تصور موجود ہے۔

سیدنا عیسٰی کی تعلیم کا اصل الاصول یہ ہے کہ پروردگار کی ذات محبت ہے باقی تمام صفات اس اصول کے تحت کر دی گئی ہیں اگر خدائے قادر مطلق اور اکبر وعلیم ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت قادر واکبر اور علیم ہے تمام شیطانی روکاٹوں پر غالب آتی ہے (انجیل شریف

Marfat.com

راوی حضرت متی رکوع ۱۰ آیت ۲۸ سے ۳۰) اگر پروردگار لامحدود اور ازلی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی محبت لامحدود اور ازلی ہے اگر پروردگار وفادار ہے تو اُس کی محبت وفادار اور لاتبدیل ہے اگر پروردگار حاضر و ناظر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی محبت ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اگر وہ کامل ہے تو اس کی محبت کامل ہے اگر پروردگار الرحمٰن الرحیم ۔ کریم غفار اور شفقت میں غنی ہے تو محض اپنی محبت کی وجہ سے ہے اگر پروردگار غیور ہے تو اُس کی غیرت محبت کی وجہ سے جوش زن ہے حتیٰ کہ پروردگار کا غضب بھی آتش محبت کی چنگاریاں ہیں پس جب پروردگار محبت ہے تو ہمارا بھی مقدم اور اوّلین فرض یہ ہے کہ ہم ''پروردگار سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھیں'' (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲ آیت ۳۰)۔

سیدنا عیسیٰ نے پروردگار کی ذات کی نسبت ایک امر ہم پر ظاہر فرمایا ہے۔ جو زمانہ سلف میں لوگوں کو معلوم نہ تھا۔ آپ نے تعلیم دی ہے کہ محبت کا جوہر ایثار ہے۔ چونکہ پروردگار بنی نوع انسان کو پیار کرتا ہے اس لئے اُس کی محبت ہر طرح کا ایثار کرنے کے لئے تیار ہے۔

(۲) رب العالمین کی پروردگاری

سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کہ مطابق پروردگار ہمارا پالنے والا ہے کیونکہ وہ ہماری پروا کرتا ہے۔ وہ ہم سب کا پروردگار ہے۔ سیدنا عیسیٰ نے فرمایا ہے: کہ اپنی جان کا فکر نہ کرنا کہ ہم کھائیں گے کیا کیا پیئیں گے اور نہ اپنے بدن کا کہ کیا پہنیں گے کیا جان خوراک سے اور بدن پوشاک سے بڑھ کر نہیں ہوا کے پرندوں کو دیکھو کہ نہ بوتے ہیں نہ کاٹتے ہیں نہ کوٹھیوں میں جمع کرتے ہیں تو بھی تمہارا پروردگار ان کو کھلاتا ہے پوشاک کے لئے کیوں فکر کرتے ہو؟ جنگلی سوسن کے درختوں کو غور سے دیکھو کہ وہ کس طرح بڑھتے ہیں وہ نہ محنت کرتے اور نہ کاتتے ہیں۔ تو بھی میں تم سے کہتا ہوں کہ حضرت سلیمان بھی باوجود اپنی شان وشوکت کے ان میں کسی کی مانند پوشاک پہنے ہوئے نہ تھا۔ پس جب پروردگار میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے

Marfat.com

گی۔ ایسی پوشاک پہناتا ہے۔ تو اے کم اعتقادو تم کیوں نہ پہنائے گا؟ اس لئے فکر مند ہو کر یہ نہ کہو کہ ہم کیا کھائیں گے یا کیا پئیں گے یا کیا پہنیں گے۔ اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔ جہاں کپڑا اور زنگ خراب کرتا ہے اور جہاں چور نقب لگاتے اور چراتے ہیں (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶)۔

پروردگار کی محبت کی وجہ سے اُس کی پروردگاری لامحدود ہے۔ سیدنا عیسٰی نے فرمایا۔ کیا پیسے کی دو چڑیاں نہیں بکتیں؟ ان میں سے ایک بھی پروردگار کی مرضی کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتی۔ بلکہ تمہارے سر کے بال بھی سب گنے ہوئے ہیں۔ پس ڈرو نہیں تمہاری قدر بہت سی چڑیوں سے زیادہ ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۰ آیت ۲۹ سے ۳۰) پس روزِ فردا کی بابت فکر کرنا پروردگار کی پروردگاری پر شک لانا ہے۔ سیدنا عیسٰی کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تن آسانی اختیار کر کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہیں۔ بلکہ آپ کا مُدعا یہ ہے کہ ہم روزی حاصل کریں لیکن ہر وقت روزی کے فکر میں ہلکان و غلطان نہ رہیں۔ کیونکہ ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ ہم ان سب چیزوں کے محتاج ہیں (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۲ آیت ۳۰) پروردگار کی لامحدود محبت اور پروردگاری کے سامنے ہماری فکر کیا حقیقت رکھ سکتی ہے؟ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ پس جب سب سے چھوٹی بات نہیں کر سکتے تو باقی چیزوں کا کیوں فکر کرتے ہو۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۲ آیت ۲۵ سے ۲۶) پس لازم ہے کہ فکریں پروردگار پر ڈال دیں۔ کیونکہ اُس کو اپنی بے زوال محبت کی وجہ سے ہماری فکر ہے۔ سیدنا عیسٰی نے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ ہمارے پروردگار کی محبت کل کائنات پر قادر ہے اور وہ اپنے ازلی ارادوں کو باوجود رکاٹوں کے پُورا کر کے چھوڑے گا۔ پروردگار رب العالمین ہے اور فطرت اُس کے ازلی ارادوں کے ماتحت ہے وہ آسمان اور زمین کا پروردگار ہے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۱ آیت ۲۵) اگر بظاہر ہم کو پروردگار کے ارادے کامیاب ہوتے نظر نہ آئیں لیکن وہ اس بات پر قادر ہے کہ اُس کی مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۱۰) کائنات کے کل قوانین اس کے

Marfat.com

ارادوں کو برانقضائے وقت پورا کریں گے اور پروردگار کی محبت تمام امور پر فاتح ہوگی وہ جو آسمان کا مالک ہے بالآخرفی الواقع زمین کا مالک بھی ہوکر رہے گا اور اس کے پُرمحبت ارادے جو وہ سیدنا عیسٰی میں بنی نوع انسان کے لئے رکھتا ہے غالب ہوکر رہیں گے۔

فصل دوم

(۱)

ایمان:

پس اگر ہم ایسے پرمحبت پروردگار پر ایمان رکھیں گے تو ہمیں کسی طرح کی کمی نہ ہو گی۔ (زبور شریف رکوع ۲۳ آیت ۱) لیکن ہمارا ایمان محض زبانی جمع خرچ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ ہمارا ایمان دلی وثوق کے ساتھ ہونا چاہئے اگر ہم پروردگار پر پکا ایمان رکھیں گے تو ہماری تما م مشکلات حل ہو جائیں گی اور ہماری نظر میں کوئی شے ناممکن نہ رہے گی۔ سیدنا عیسٰی نے فرمایا ہے: کہ جو اعتقاد رکھتا ہے اُس کے لئے سب کچھ ہوسکتا ہے (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۹ آیت ۲۳) آپ ہر شخص کو جو آپ کے پاس شفا پانے یا کسی اور غرض کے لئے حاضر ہوتا فرماتے پروردگار پر ایمان رکھو۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۱ آیت ۲۲) (راوی حضرت متی رکوع ۴ آیت ۴۰) اور فرماتے کہ پروردگار سے دُعا کرو تاکہ وہ تم کو ایمان کی توفیق عطا کرے اور تمہاری بے اعتقادی کا چارہ کرے۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۹ آیت ۲۴) (راوی حضرت لوقا رکوع ۱۷ آیت ۵) سیدنا عیسٰی کے نزدیک ایمان کسی عقیدہ کا مترادف نہ تھا جو فلسفیانہ دلائل کا محتاج ہو۔ آپ کے خیال کے مطابق ایمان اس روحانی جذبہ کا نام ہے جس سے ہم پروردگار کو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے اپنا خالق و مالک مانتے ہیں اس روحانی حالت کا تعلق نہ فلسفہ اور استدلال سے ہے اور نہ عقائد سے بلکہ یہ روح کا ایک تجربہ ہے جس کی بناء پر استدلال کے ذریعہ عقائد کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے لیکن سیدنا عیسٰی نے عقائد پر کبھی زور نہ دیا۔ برعکس اس کے آپ نے

Marfat.com

فرمایا کہ عقیدے کو ایمان کی جگہ غصب نہیں کرنی چاہیے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۲۱ سے ۲۳) آپ کی تعلیم کا سارازور اس دلی جذبہ پر ہے جس کو آپ ایمان کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ اور جس کے سامنے تمام دیگر باتیں ہیچ اور کم مایہ ہیں اور جو ایمان ہی درحقیقت دُنیا میں سب سے عظیم الشان طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا پروردگار پر ایمان رکھو۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی اس پہاڑ سے کہے تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا پڑ اور اپنے دل میں شک نہ کرے کہ جو کہتا ہے ہو جائے گا۔ تو اُس کے لئے وہی ہو گا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۱ آیت ۲۳ سے ۲۴) حقیقی ایمان کی طاقت اس قدر زبردست ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو تو کوئی بات تمہارے لئے ناممکن نہیں ہو گی۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۷ آیت ۲۰)۔

جہاں کہیں سیدنا عیسیٰ تشریف لے جاتے تھے آپ لوگوں میں ایمان کی تلاش کرتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۹ آیت ۲۲ اور رکوع ۱۵ آیت ۲۸) اور راوی (حضرت لوقا رکوع ۷ آیت ۹) آپ کے لئے دُنیا یہود اور غیر یہود پر منقسم نہ تھی۔ بلکہ ایمانداروں اور بے ایمانوں پر منقسم تھی جہاں آپ نے غیر یہود میں ایمان دیکھا۔ آپ نے اُن ایمانداروں کی نہ صرف تعریف کی بلکہ فرمایا کہ اُن کو آلِ ابراہیم پر ترجیح ہے چنانچہ آپ نے رومی صوبہ دار کے ایمان کی نسبت فرمایا کہ میں نے اسرائیل کے کسی شخص میں ایسا ایمان نہیں پایا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بہتیرے پورب اور پچھّم سے آ کر ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے ساتھ دین الٰہی شریک ہوں گے۔ مگر امت کے فرزند باہر اندھیرے میں ڈالے جائیں گے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۸ آیت ۱۰ سے)

(۲)

گناہوں کی مغفرت اور نجات:

جب ہم انجیل شریف کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات سیدنا عیسیٰ

Marfat.com

جب کسی کو شفا بخشتے ہیں تو اپنی ذات اور شخصیت پر ایمان رکھنا اس اعجازی واقعہ کی شرط قرار دیتے ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۲ آیت ۵) (رکوع ۵ آیت ۳۴) اور (رکوع ۱۰ آیت ۵۲) اور راوی (حضرت متی رکوع ۸ آیت ۱۰) اس ایمان کی بہترین صورت یہ ہے کہ ہم پروردگار کی مغفرت کے فضل پر کامل بھروسہ رکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ کے صحابی حضرت پولوس کے نزدیک ایمان سیدنا عیسیٰ کی موت اور قیامت کے ساتھ وابستہ ہے (انجیل شریف خطِ رومیوں رکوع ۳ آیت ۲۵) اور راست بازی ایمان کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے انسان کے ذاتی اعمال پر اسکا اِنحصار نہیں (انجیل شریف خطِ رومیوں رکوع ۳ آیت ۲۵) تاکہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ اُس نے اپنے اعمال سے نجات کمائی ہے۔ بلکہ یہ محض اللہ وتبارک تعالیٰ کا فضل ہے (انجیل شریف خطِ رومیوں رکوع ۳ آیت ۲۷) (انجیل شریف خطِ افیسوں رکوع ۲ آیت ۸)

بے منت و بے سوال و بے استحقاق
دیتا ہے جو سب کو یا الٰہی تو ہے

سیدنا عیسیٰ نے اس حقیقت کو ایک تمثیل کے ذریعہ واضح کیا۔ آپ نے فرمایا: اللہ و تبارک تعالیٰ کے دین کی مثال اُس گھر کے مالک کی مانند ہے جو سویرے نکلا تاکہ اپنے انگوری باغ میں مزدور لگائے۔ اور اُس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر اُنہیں اپنے باغ میں بھیج دیا پھر پہر دن چڑھے کے قریب نکل کر اُس نے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا اور اُن سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ جو واجب ہے تم کو دوں گا پس وہ چلے گئے پھر اُس نے دو پہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اور اُن سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے اُنہوں نے اُس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا۔ اُس نے اُن سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ۔ جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک اُن کو مزدوری دے دے۔ جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے گئے تھے۔ تو اُنہیں ایک ایک دینار ملا جب پہلے مزدور آئے تو اُنہوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں زیادہ ملے گا پر اُن کو

Marfat.com

بھی ایک ہی دینار ملا۔ جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ شکایت کرنے لگے کہ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے اور تو نے اُنہیں ہمارے برابر کر دیا جنہوں نے دن بھر کا بوجھ اُٹھایا اور سخت دھوپ سہی اُس نے جواب دے کر ان میں سے ایک سے کہا میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا؟ جو تیرا ہے اٹھا لے اور چلا جا میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اس پچھلے کو بھی اُتنا ہی دوں۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کروں؟ یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں بُری نظر سے دیکھتا ہے؟ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۰ آیت ا سے ۱۶)

اس تمثیل سے صاف ظاہر ہے۔ کہ کوئی شخص اپنے اعمال پر نازاں ہو کر دین الٰہی میں داخل نہیں ہو سکتا یہ پروردگار کی ازلی محبت کا نتیجہ ہے کہ وہ از راہِ کرم وفضل گنہگار انسان کو اپنی بادشاہت میں جگہ دیتا ہے۔ فقط اُس کی محبت پر ہمارا ایمان چٹان کی طرح مضبوط اور محکم ہونا چاہیے پروردگار کی محبت اس قدر زبردست اور غالب ہے کہ ہماری خطائیں اُس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں۔

کہہ کے لبیک مغفرت دوڑے
توبہ عاصی اگر کرے دل سے

اللہ تبارک تعالیٰ نیکوں اور بدکاروں دونوں کا پروردگار ہے اور دونوں سے یکساں محبت رکھتا ہے۔ (انجیل شریف حضرت متی رکوع ۵ آیت ۴۵) نجات کی برکت حاصل کرنے کے لئے توبہ پہلی اور لازمی شرط ہے۔ (انجیل شریف حضرت مرقس رکوع ا آیت ۱۵) (انجیل شریف حضرت متی رکوع ۱۱ آیت ۲۱) (انجیل شریف حضرت لوقا رکوع ۲۴ آیت ۴۷) توبہ سے مراد یہ ہے ہماری طبیعت کا میلان کلیتہً بدل جائے۔ اور ہم گناہ آلودہ زندگی کو ترک کر کے پروردگار کی طرف رجوع لائیں۔ (انجیل شریف حضرت متی رکوع ۱۳ آیت ۱۵ اور رکوع ۱۸ آیت ۳)۔

سیدنا عیسیٰ نے ایک تمثیل کے ذریعہ اس حقیقت کو لوگوں پر روشن کیا اور فرمایا تم میں سے ایسا کون ہے جس کے پاس سو بھیڑیں ہوں اور اُن میں سے ایک کھو جائے تو ننانوے کو

Marfat.com

بیابان میں چھوڑ کر اُس کھوئی ہوئی کو جب تک مل نہ جائے ڈھونڈھتا نہ رہے؟ پھر جب مل جاتی ہے تو وہ خوش ہو کر اُس کو کندھے پر اُٹھا لیتا ہے اور گھر میں پہنچ کر دوستوں اور پڑوسیوں کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو۔ کیونکہ میری کھوئی ہوئی بھیڑ مل گئی۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ اسی طرح ننانوے ایمانداروں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان پر زیادہ خوشی ہو گی۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۵ آیت ۳ سے ۷)۔

پھر ایک اور تمثیل کے ذریعہ سیدنا عیسیٰ نے یہی حقیقت لوگوں پر روشن کی کہ پروردگار کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے۔ جب کوئی گنہگار توبہ کر کے اُس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: کون ایسی عورت ہے جس کے پاس دس درہم ہوں اور ایک کھو جائے تو چراغ جلا کر گھر میں جھاڑو نہ دے اور جب تک مل نہ جائے کوشش سے ڈھونڈھتی نہ رہے؟ پھر جب مل جاتا ہے تو بہنوں اور پڑوسنوں کو بلا کر نہ کہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو۔ کیونکہ میرا کھویا ہوا درہم مل گیا میں تم سے کہتا ہوں کہ اسی طرح ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت پروردگار کے فرشتوں کے سامنے خوشی ہوتی ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۵ اور آیت ۸ سے ۱۰)۔

اسی حقیقت کو ایک اور تمثیل سے سیدنا عیسیٰ نے واضح کیا اور فرمایا کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ اُن میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا اے باپ مال کا جو حصہ مجھ کو پہنچتا ہے مجھے دے اُس نے اپنا مال متاع اُنہیں بانٹ دیا بہت دن نہ گزرے کہ چھوٹا بیٹا اپنا سب کچھ جمع کر کے دُور دراز ملک کو روانہ ہوا۔ اور وہاں اپنا مال بدچلنی میں اڑا دیا اور جب سب کچھ خرچ کر چکا تو اُس ملک میں سخت کال پڑا اور وہ محتاج ہونے لگا پھر اُس ملک کے ایک باشندے کے ہاں جا پڑا اس نے اس کو اپنے کھیتوں میں سور چرانے بھیجا اور اسے آرزو تھی کہ جو پھلیاں سور کھاتے تھے اُن ہی سے اپنا پیٹ بھرے مگر کوئی اُسے نہ دیتا تھا۔ پھر اس نے ہوش میں آ کر کہا کہ میرے باپ کے کتنے ہی مزدوروں کو روٹی افراط سے ملتی ہے۔ اور میں یہاں بھوکا مر رہا ہوں! میں اٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا اور اُس سے کہوں گا اے باپ میں پروردگار کا اور تیری نظر میں گنہگار رہا ہوا۔ اب اس

Marfat.com

لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں۔ مجھے اپنے مزدوروں جیسا کر لے۔ پس وہ اٹھ کر اپنے باپ کے پاس چلا۔ وہ ابھی دُور ہی تھا کہ اُسے دیکھ کر اُس کے باپ کو ترس آیا اور دوڑ کر اُس کو گلے لگا لیا اور بوسے لئے۔ بیٹے نے اُس سے کہا کہ اے باپ میں پروردگار کا اور تیری نظر میں گنہگار ہوا۔ اب اس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں۔ باپ نے اپنے نوکروں سے کہا اچھے سے اچھا جامہ جلد نکال کر اسے پہناؤ اور اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جوتی پہناؤ۔ اور پلے ہوئے بچھڑے کو لا کر ذبح کرو تا کہ ہم کھا کر خوشی منائیں کیونکہ میرا یہ بیٹا مردہ تھا، اب زندہ ہوا، کھویا ہوا تھا، اب ملا ہے۔ پس وہ خوشی منانے لگے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۵ آیت ۱۱ سے ۲۴)

میری بندگی سے میرے جرم افزوں
تیرے قہر سے تیری رحمت زیادہ

جب کوئی گنہگار تائب ہو کر اللہ و تبارک تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ معلوم کرتا ہے کہ اُس کا پروردگار ازراہِ محبت مدت سے اُس کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ جو پہلے اپنے گناہوں کی وجہ سے پروردگار سے دُور تھا اب پروردگار کے دین میں نوکر کی طرح نہیں بلکہ محبوب کی طرح رہتا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۵ آیت ۱۵)

تڑپ کے شان کریمی نے لے لیا بوسہ
کہا جو سر کو جھکا کر کہ گنہگار ہوں میں

(اقبال)

توبہ کے بعد پروردگار اور اُس کے تائب محبوب میں محبت کی وجہ سے رفاقت کا سلسلہ ازسرِ نو شروع ہو جاتا ہے جو تا ابد قائم رہتا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۵ آیت ۱) پروردگار کی نظر میں گناہ ایک ایسی شے نہیں جو ابد تک پروردگار اور انسان میں ایک وسیع خلیج حائل کر دے اور انسانی فطرت کو ایسا بگاڑ دے کہ وہ پروردگار کے ساتھ آئندہ کبھی رفاقت ہی نہ رکھ سکے۔ انجیل شریف کے مطابق گناہ ایک غلامی ہے جس سے سیدنا عیسیٰ ہمیں رہائی دیتے

Marfat.com

ہیں۔ وہ ایک بیماری ہے جس سے سیدنا عیسٰی شفا بخشتے ہے۔ گناہ ایک قرض ہے جو پروردگار معاف کرتا ہے وہ ایک ناپاکی ہے جس سے ہم پاک کیے جاتے ہیں۔ سیدنا عیسٰی یہودی علمائے کرام کی مانند گناہ کی ابتدا کا کوئی خاص نظریہ قائم نہیں کرتے آپ کی نظر میں گناہ ایک حقیقت ہے اور بس آپ گناہ کی نسبت تعلیم دینے کے لئے اس دُنیا میں نہیں آئے تھے۔ بلکہ گناہ سے نجات دینے کے لئے آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ گناہ کا لفظ صرف سات مرتبہ انجیل شریف میں وارد ہوا ہے۔ اور سیدنا عیسٰی صرف تین موقعوں پر گناہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور وہ بھی گناہوں کی مغفرت کے سلسلہ میں۔ آپ کے نزدیک گناہ اُس فعل یا جذبہ کا نام ہے۔ جو پروردگار اور انسان کے رشتہ میں خلل ڈالتا ہے۔ اس کے پنجہ سے پروردگار کے نافرمان لوگ سیدنا عیسٰی کے ذریعہ رہائی حاصل کر کے ازسرنو پروردگار کے دین میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ایسے غفار اور پر محبت پروردگار پر راسخ ایمان رکھنے کا قدرتی اثر ہمارے اعمال وافعال پر پڑتا ہے سیدنا عیسٰی نے فرمایا کہ تم کامل ہو۔ جیسا تمہارا پروردگار کامل ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۴۸) یہ بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ہمارا ایمان پروردگار پر ہے جس کی محبت تمام رکاوٹوں پر غالب ہے۔ تو اُس ایمان رکھنے سے سب ناممکن باتیں ممکن ہو جاتی ہیں۔ زکی محصول لینے والا حضرت ابرہیم کا بیٹا ہو جاتا ہے۔ مریم مگدلینی صدیقہ بن جاتی ہے۔ متی محصول لینے والا انجیل نویس ہو جاتا ہے۔ کمزور اور بزدل سمعان چٹان کی طرح مضبوط ہو جاتا ہے گنہگار قدسی ہو جاتے ہیں۔ ڈاکو فردوس میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ ضروری امر ہے کہ ہمارا ایمان ہمارے جذبات اور افعال کو متاثر کرے گا۔ ہر قسم کے زندہ ایمان کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا۔ کہ ہمارے باطن صاف اور ہمارے اعمال نیک ہوں گے۔ کیونکہ ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور بُرا درخت بُرا پھل لاتا ہے۔ اچھا درخت بُرا پھل نہیں لاسکتا نہ بُرا درخت اچھا پھل لاسکتا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۱۷ سے ۱۸) اسی حقیقت کو سیدنا عیسٰی نے ایک یہودی عالم نکودیمس پر ان معنی خیز الفاظ میں واضح کیا کہ جب تک کوئی شخص ازسرنو پیدا نہ ہو وہ دین الٰہی میں داخل نہیں سکتا۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۳

Marfat.com

آیت۳) یہی وجہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ نے فرمایا کہ جن کا ایمان محض زبانی جمع خرچ کا ہے۔ جو مجھ سے اے مولا اے مولا کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک اللہ و تبارک تعالیٰ کے دین میں داخل نہ ہو گا۔ مگر وہی جو میرے پروردگار کی مرضی پر چلتا ہے۔ (انجیل شریف راوی متی رکوع ۷ آیت ۲۱) وہ لوگ جن کا ایمان اُن کے اعمال میں تبدیلی پیدا نہیں کرتا درحقیقت بدکار ہیں۔ خواہ وہ سیدنا عیسیٰ کے نام سے نبوت کریں۔ بدروحیں نکالیں یا معجزے بھی دکھائیں (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۲۲ سے ۲۳) حقیقی ایماندار مقدسہ مریم صدیقہ سے بھی زیادہ مبارک حال ہیں۔ کیونکہ وہ پروردگار کا کلام سنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۱ آیت ۲۷ سے ۲۸) صرف ایسے لوگ سیدنا عیسیٰ کے حقیقی رشتہ دار ہیں میں آپ نے خود فرمایا ہے۔ جو کوئی میرے پروردگار کی مرضی پر چلتا ہے وہی میرا بھائی اور بہن اور ماں ہے ۔(انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۳ آیت ۳۵)

لیکن جو شخص ایماندار ہو کر بھی اپنی زندگی کو تاریک کاموں میں صرف کرتا ہے۔ اور دُنیا کے نور کی پیروی نہیں کرتا۔ پروردگار کی لامحدود محبت اُس شخص کی منتظر رہتی ہے کہ وہ کب توبہ کر کے رجوع لائے اور اپنی زندگی کو سدھارے۔ چنانچہ اس امر کو سیدنا عیسیٰ نے ایک تمثیل کے ذریعہ واضح کیا اور فرمایا کسی کے انگوری باغ میں ایک انجیر کا درخت لگا ہوا تھا۔ وہ اُس میں پھل ڈھونڈھنے آیا اور نہ پایا۔ اس پر اس نے باغبان سے کہا کہ دیکھ تین برس سے میں اس انجیر کے درخت میں پھل ڈھونڈھنے آتا ہوں اور نہیں پاتا اسے کاٹ ڈال وہ زمین کو بھی کیوں روکے؟ اُس نے جواب میں اُس سے کہا اے مالک اس سال تو اور بھی اسے رہنے دے تاکہ میں اُس کے گرد تھاولا کھودوں اور کھاد ڈالوں۔ اگر آگے کو پھلا تو خیر نہیں تو بعد اس کے کاٹ ڈالنا (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۳ آیت ۶ سے ۹) پس پروردگار کی محبت ہر گنہگار کی منتظر رہتی ہے۔ لیکن اگر پھر بھی کوئی شخص اپنی مرضی کو پروردگار کی لازوال محبت کے تابع نہیں کرتا اور اس کو ٹھکراتا رہتا ہے تو وہ فاعل خودمختار ہونے کی وجہ سے توبہ کا ہر موقعہ کھو کر اپنے آپ کو نجات کے امکان سے خود باہر کر دیتا ہے اور ایسے گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے جو معاف نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۲ آیت ۳۲) کیونکہ وہ خود معافی سے کوسوں دُور بھاگتا ہے۔ وہ اپنے فعلِ خود مختاری کی وجہ سے اُس درخت کی طرح ہو جاتا ہے جو پھل نہیں لاتا۔ وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۱۹) ایسا شخص اُس بے وقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا۔ جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اُس گھر صدمہ پہنچا اور وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۲۶ سے ۲۷)۔

(۳)

دُعا:

تائب گنہگار اور پروردگار میں توبہ کے وسیلے رفاقت کا سلسلہ از سرِ نو شروع ہو جاتا ہے۔ یہ رفاقت کا رشتہ دُعا کے وسیلے قائم اور مضبوط رہتا ہے۔ سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ پروردگار اور انسان کے درمیان کسی تیسرے شخص کی ضرورت ہی باقی نہ رہی بلکہ انسان کا تعلق سیدھا پروردگار سے پیدا ہو گیا ہے۔ یوں سیدنا عیسیٰ نے یہودی علمائے کرام کے مختلف گروہوں کو جو پروردگار اور انسان کے بیچ درمیانی ہونے کے دعویدار تھے کلیتہً موقوف کر دیا۔ اب ہمارا پروردگار اپنے کلام کے ذریعہ اپنے چاہنے والوں کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے اور جب اس کا بندہ دعا کے وسیلے اپنے پروردگار کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے۔ اگر یہ رفاقت قائم رہتی ہے۔ تو جو اس کا بندہ مانگے گا وہ اُس کے لئے ہو جائے گا۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۵ آیت ۷) سیدنا عیسیٰ نے فرمایا "مانگو تو تمہیں دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔ کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے۔ اور جو ڈھونڈھتا ہے وہ پاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے۔ اس کے واسطے کھولا جائے گا" (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۷ سے ۸) پس جو کچھ دُعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تمہیں ملے گا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۱ آیت ۲۲)۔

Marfat.com

لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری تمام درخواستیں پروردگار کی مرضی کے مطابق ہونی چاہئیں۔ سیدنا عیسیٰ نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ دُعاؤں اور مناجاتوں کا اُصول یہ ہونا چاہیے کہ پروردگار کی مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۱۰) پس ہماری تمام مناجاتیں اِسی ایک اُصول کے ماتحت ہونی چاہئیں خود سیدنا عیسیٰ نے جب باغ گتسمنی میں زور زور سے پکار کر اور آنسو بہا بہا کر (انجیل شریف خطِ عبرانیوں رکوع ۵ آیت ۷) پروردگار سے درخواست کی تو ساتھ ہی بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار جیسا میں چاہتا ہوں۔ ویسا نہیں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو۔ اے میرے پروردگار اگر یہ پیالہ میرے پئے بغیر نہیں ٹل نہیں سکتا۔ تو تیری مرضی پوری ہو۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۶ آیت ۳۹ سے ۴۲) جب ہمارے کامل نمونہ نے اپنی مرضی کو رضائے الٰہی کے تابع کیا۔ تو ان کی سنی گئی۔ (انجیل شریف خطِ عبرانیوں رکوع ۵ آیت ۷) اسی طرح ہم کو بھی لازم ہے کہ ہم بھی اپنے خیالات اور جذبات کو رضائے الٰہی کے تابع کریں۔ تاکہ ہماری دعائیں اور التجائیں بھی مقبول ہوں۔

دُعا کا واحد مقصد یہ ہے۔ کہ ہم مشیت الٰہی کو معلوم کر کے اس پر عمل کرنے کی توفیق پروردگار سے حاصل کریں۔ حضرت عیسیٰ کے ایک ابتدائی صحابی فرماتے ہیں کہ تم مانگتے ہو اور پاتے نہیں اس لئے کہ بُری نیت سے مانگتے ہو تاکہ اپنی عیش وعشرت میں خرچ کرو۔ (انجیل شریف خطِ یعقوب رکوع ۴ آیت ۳) ہماری درخواستیں خودغرضی اور دُنیاوی خیالات پر مبنی نہیں ہونی چاہئیں۔ بلکہ رضائے الٰہی اور اُس کی قدوس مرضی کے تابع ہونی چاہئیں۔ تب وعدہ خداندی پورا ہوگا کہ جو کچھ تم دُعا میں مانگتے ہو یقین کرو کہ تم کو مل گیا۔ اور تمہارے لئے ہو جائے گا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۱ آیت ۲۴)۔

بعض لوگ جب دُعا کرتے ہیں۔ اور اُن کی دُعاؤں کا جواب ملتا نظر نہیں آتا تو وہ پروردگار کی شفقت و رحمت اور اُس کی محبت اور پروردگاری پر شک کر کے اُس کو بے رحم بے انصاف اور لاپرواخیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ ایسے اشخاص کو مخاطب کر کے فرماتے

Marfat.com

ہیں تم میں ایسا کونسا آدمی ہے کہ اگر اُس کا بیٹا اُس سے روٹی مانگے تو وہ اُسے پتھر دے؟ یا اگر مچھلی مانگے تو اسے سانپ دے؟ پس جب کہ تم برے ہو کر اپنے بچوں اچھی چیزیں دیتے ہو تو وہ تمہیں کیوں نہ دے گا؟ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۹ سے ۱۱) آپ کا مطلب یہ ہے کہ فرض کرو کہ تمہارا خیال درست ہے اور بفرض محال پروردگار بے رحم ہے تو بھی وہ ہمارا پروردگار ہے بے رحم سے بے رحم باپ بھی اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دیتا ہے تو (توبہ نعوذ باللہ) بے رحم پُروردگار اپنے بندوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دیگا؟ آپ نے ایسے اشخاص کو بے انصاف قاضی کی تمثیل سنائی اور فرمایا۔ ''کسی شہر میں ایک قاضی تھا۔ نہ وہ خدا سے ڈرتا نہ آدمی کی کچھ پروا کرتا تھا۔ اور اُسی شہر میں ایک بیوہ تھی۔ جو اُس کے پاس آ کر یہ کہا کرتی تھی کہ میرا انصاف کر کے مجھے مدعی سے بچا۔ اُس نے کچھ عرصہ تک تو نہ چاہا کہ لیکن بعد میں اُس کے اپنے جی میں کہا کہ گو میں نہ خدا سے ڈرتا ہوں اور نہ آدمیوں کی کچھ پروا کرتا ہوں تو بھی اس لئے کہ یہ بیوہ مجھے ستاتی ہے میں اس کا نصاف کروں گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بار بار آ کر میرا ناک میں دم کر دے '' (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۸ آیت ا سے ۵) سیدنا عیسیٰ کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک بے انصاف قاضی نے بیوہ کی فریاد رسی کی تو بفرض محال پروردگار بے انصاف ہی سہی کیا وہ انصاف نہ کرے گا۔ صرف ہم کو ہر وقت دعا مانگتے رہنا چاہیئے۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۸ آیت ا)۔

سیدنا عیسیٰ نے ایک تمثیل کے ذریعے ایسے اشخاص پر اُنکے خیالات کی بطالت ظاہر فرمائی۔ آپ نے فرمایا ''تم میں سے کون ہے جس کا ایک دوست ہو اور وہ آدھی رات کو اُس کے پاس جا کر اُس سے کہے کہ اے دوست مجھے تین روٹیاں دے کیونکہ میرا ایک دوست سفر کر کے میرے پاس آیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں کہ اُس کے آگے رکھوں اور وہ اندر سے جواب میں کہے مجھے تکلیف نہ دے۔ اب دروازہ بند ہے اور میرے لڑکے میرے پاس بچھونے پر ہیں میں اُٹھ کر تجھے دے نہیں سکتا۔ میں تم سے کہتا ہوں اگرچہ وہ اُس سبب سے کہ اُس کا دوست ہے اُٹھ کر اسے نہ دے۔ تاہم اس کی بے حیائی کے سبب اُٹھ کر جتنی درکار ہیں اُسے دیگا'' (انجیل

Marfat.com

شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۱ آیت ۵ سے ۷) آپ کا مطلب یہ تھا کہ جب ہمارے دُنیاوی دوست جو ہماری ضروریات کی طرف سے لاپروا ہوتے ہیں اور ہماری حاجت روائی کرنا نہیں چاہتے ہماری ضرورت دیکھ کر وقت بے وقت تکلیف اُٹھا کر بھی کر ہم پر چارو ناچار مہربانی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں تو بفرضِ محال اگر ہمارا پروردگار لاپروا ہے تو کیا وہ ہماری ضرورت دیکھ کر ہماری حاجت روائی نہ کریگا؟۔ لیکن ہمارا پروردگار نہ تو بے رحم دُنیاوی باپ کی طرح بے رحم ہے۔ نہ بے انصاف قاضی کر طرح بے انصاف ہے اور نہ لاپروا دوست کی طرح لاپروا ہے۔ وہ ہمارا پروردگار ہے جو ہم کو ابدی محبت سے پیار کرتا ہے۔ (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت یرمیاہ رکوع ۳۱ آیت ۳) اور ہمارے مانگنے سے پہلے ہماری ضروریات سے واقف ہے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۸) وہ ضرور ہماری دُعاؤں کو سنے گا اور ہماری حاجت روائی کرے گا۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم مستعدی اور دلسوزی سے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۲۲ آیت ۴۴) اپنی درخواستیں کرتے جائیں۔ ہم چپکے نہ رہیں اور پروردگار کو چین نہ لینے دیں۔ (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت یسعیاہ رکوع ۶۲ آیت ۶) جب تک ہماری دُعائیں بارگاہِ ایزدی میں شرفِ اجابت وقبولیت حاصل نہ کرلیں۔ ممکن ہے کہ ظاہر طور پر ہم کو ہماری دُعاؤں اور التجاؤں کا جواب ملتا نظر نہ آتا ہو لیکن اس سے ہم کو دل برداشتہ نہیں ہو جانا چاہیے کیونکہ لاپروا دوست اور بے انصاف قاضی سے بھی جواب ملتا نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن پھر بھی اُنہوں نے سائلوں کی مشکلات کو حل کر دیا خواہ کسی وجہ سے بھی بارگاہِ الٰہی سے جواب ملتا نظر نہ آئے ہم کو ہمت نہ ہارنی چاہیے۔ بلکہ ہر وقت دُعا مانگتے رہنا چاہیئے۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۸ آیت ۱) سیدنا عیسیٰ کا طرزِ عمل ہمارے لئے ایک کامل نمونہ ہے آپ کے لئے دُعا کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو صرف خاص اوقات میں کی جائے۔ جو یہودی علمائے کرام نے مقرر کر رکھے تھے نہ وہ کوئی ایسی بات تھی جو صرف دُکھ مصیبت تنگی یا ضرورت کے وقت ہی مانگی جائے۔ آپ کے خیال میں کسی دُعا کے خاص الفاظ ملیں اعجازی اثر موجود نہ تھا اور نہ دُنیاوی ضروریات کے ماتحت آپ دُعا کیا کرتے تھے۔ زبور نویس کی دُعاؤں میں ہم کو دُنیاوی عنصر غالب نظر آتا ہے۔ وہ اپنی دُعاؤں میں خدا

Marfat.com

سے حجت وتکرار کرتا ہے۔ لیکن سیدنا عیسٰی کی دُعائیہ زندگی سے یہ تمام باتیں خارج ہیں۔ انجیل شریف میں مرقوم ہے کہ آپ کی عادت تھی کہ صبح سویرے دن نکلنے سے بہت پہلے آپ اُٹھ کر ویران جگہ میں جاتے اور دُعا مانگا کرتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ا آیت ۳۵) (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۱ آیت ۱) (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۴ آیت ۲۳) آپ شب بیدار تھے اور دُعا مانگنے میں ساری رات گزار دیا کرتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۶ آیت ۱۲) تمام ضروری اُمور کو سرانجام دینے سے پہلے آپ اپنے پروردگار سے دُعا کرتے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۹ آیت ۱۸) (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۹ آیت ۲۶) دُکھ تکلیف کے وقت آپ تسلی کے لئے پروردگار کی طرف رجوع کرتے۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۴ آیت ۴۲) پروردگار کی حمد و ستائش ہمیشہ آپ کی زبان پر رہتی (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۱ آیت ۲۵ سے ۲۷) (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۰ آیت ۲۱ سے ۲۲) (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۱ آیت ۴۱) حواریوں نے جو شب و روز خلوت اور جلوت میں آپ کے ساتھ رہتے تھے دیکھا کہ آپ مردِ دُعا ہیں مستجاب الدعوات ہیں تو آپ سے درخواست کی کہ اے مولا ہم کو بھی دُعا مانگنی سکھایئے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۱ آیت ۱) اُستادِ ازل نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ جب تم دُعا مانگو تو کہو ''اے ہمارے پروردگار تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہت آئے تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔ ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔ اور جس طرح ہم نے اپنے قصورواروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے ہمیں معاف کر۔ اور ہمیں آزمائش میں نہ لا۔ بلکہ برائی سے بچا''۔ اس مختصری دُعا میں سالکین رِاہ خدا کے اعلیٰ ترین جذبات اور انتہائی آرزوئیں موجود ہیں۔ یہ چھ فقرے نہایت ہی جامع حق اللہ اور حقوق العباد پر محیط اور ان پر شامل ہیں۔ پہلے تین فقروں میں پروردگار کی بادشاہت کی آمد، پروردگار کے نام کی تقدیس اور رضائے الٰہی کے پورا ہونے کے لئے دُعا ہے اور باقی تین میں خدا کی پروردگار الٰہی مغفرت اور شیطان سے پناہ اور نیکی کرنے کی توفیق کے

Marfat.com

لئے دُعا کی گئی ہے۔اس دُعا کا معلم ہم کو فرماتا ہے۔کہ دُعا مانگتے وقت دیگر اقوام کے لوگوں کی مانند بک بک نہ کرو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بہت بولنے کے سبب ہماری سنی جائیں گی۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۷) دُعا میں ہم طوطے کی طرح رٹے ہوئے الفاظ نہ پڑھ کر سنائیں۔اور نہ ہماری زبانیں مشین کی طرح چلیں۔اعجازی اثر یا جادُو موجود ہے۔لہٰذا ان کے بہت بولنے کے سبب اُن کی سنی جائیں گی۔دُعا کرتے وقت یہ نہ ہو کہ ہم زبان سے الفاظ نکالتے جائیں اور توجہ خدا کی طرف نہ ہو اس قسم کی دُعا سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ انسانی کلام اندرونی مدعا مافی الضمیر کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔پس جب تک ہمارے اندر کوئی خواہش یا خیال ظاہر ہونے کے لئے جوش موجزن نہ ہو ہم کو خواہ مخواہ دُعا میں بک بک نہیں کرنا چاہیے لیکن اگر دل میں خواہش ہو تو خواہ ہم کہیں ہوں کسی حالت میں ہوں۔کسی طرح کے کپڑوں میں ملبوس ہوں۔ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر سکتے ہیں یہودیوں کی روزمرہ زندگی میں تین باتیں تھیں جس پر ہر ایماندار شخص عمل کرتا تھا۔یہ تین باتیں دُعا، خیرات اور روزہ تھیں توریت کی کتاب میں لکھا ہے دُعا روزہ کے ساتھ اور خیرات راستبازی کے ساتھ اچھی ہے ۔دُعا روزانہ تین دفعہ مقرری اوقات پر کی جاتی تھی اور یہودی علمائے کرام کہتے تھے ہر شخص دعا کے مقررہ وقت پر دعا کرے خواہ وہ کہیں ہو۔ (Headlam, Life and Teachings of Jesus Christ page 228) یہی وجہ تھی کہ لوگ بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دُعا مانگا کرتے تھے۔(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۵) اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا تھا۔کہ بہت سے لوگ محض دکھلاوے کی خاطر دُعا مانگا کرتے تھے۔اس کے خلاف سیدنا عیسیٰ ہم کو خبردار کرتے ہیں آپ نے تعلیم دی کہ دُعا میں ریاکاری کی قطعی کوئی آمیزش نہ ہو۔آپ نے فرمایا جب تم دعا مانگو تو یہ ریاکاروں کی مانند نہ ہو۔کیونکہ وہ بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا پسند کرتے ہیں۔تاکہ لوگ انہیں دیکھیں میں تم سے سچ کہتا ہوں۔کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔بلکہ جب دُعا مانگے تو اپنی کوٹھڑی میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے پروردگار سے پوشیدگی میں دعا مانگ اس طرح سے پروردگار جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا (انجیل شریف راوی

Marfat.com

حضرت متی رکوع ۶ آیت ۵ سے ۶) دُعا کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے پروردگار کے ساتھ رفاقت رکھیں نہ کہ دکھلاوے کی خاطر اللہ کا نام رٹا کریں۔ کوئی بیٹا صرف دوسروں کو دکھلانے کی خاطر اپنے باپ سے باتیں نہیں کرتا۔ تو پھر ہم کیوں پروردگار کے ساتھ خلوص نیت سے رفاقت نہ رکھیں؟ ریاکاری کی دُعا حقیقت ایک دام تزویر ہے جس میں آدمی پھانسے جاتے ہیں۔ ریاکار پروردگار کی آڑ میں آدمیوں کا شکار کرتے ہیں۔ وہ اُن کے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آتے ہیں لیکن باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۱۵) ریاکار درحقیقت نقال (ایکٹر) ہیں جو دُنیا کی نمائش گاہ پر ایمانداروں کا سوانگ بھر کے اپنے سامعین سے واہ واہ کے نعرے سن کر خوش ہوتے ہیں۔ اور خراج تحسین وصول کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنا اجر حاصل کر چکے۔ ان کا طلسم نظر فریب ہے۔ وہ خوش عقیدہ لوگوں کو الو بناتے ہیں لیکن حقیقی ایماندار اس طرح پروردگار کا مضحکہ نہیں اڑاتا۔ وہ محض دکھلاوے اور عبادت نمائی کی خاطر پروردگار سے دُعا نہیں مانگتا۔ بلکہ اپنی کوٹھڑی میں جا کر دروازہ بند کر کے دل سوزی مستعدی اور خلوص نیت سے خدا کے ساتھ رفاقت رکھتا ہے۔

سیدنا عیسیٰ کی تعلیم سے نماز کی ظاہری رسوم کی ادائیگی کا عنصر کلیتاً غائب ہے۔ آپ کی تعلیم صرف اعلیٰ ترین روحانی اصول پر ہی مشتمل ہے یہودیت میں طرح طرح کی ظاہری رسوم کی بھرمار تھی۔ اس مذہب کے مطابق پروردگار ایک سلطان تھا۔ اور جس طرح سلطانی دربار میں آداب مراسم ملحوظ رکھنے پڑتے ہیں۔ اسی طرح ظاہری رسوم کی ادائیگی یہودیت کا جزو لاینفک تھی۔ لیکن جس پروردگار کی سیدنا عیسیٰ نے تعلیم دی اس کا تعلق ظاہری رسوم سے رتی بھر نہ تھا۔ سیدنا عیسیٰ نے فرمایا۔ سچے پرستار پروردگار کی پرستش روح اور سچائی سے کرینگے۔ کیونکہ پروردگار اپنے لئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈھتا ہے پروردگار روح ہے اور ضروری ہے کہ اس کے پرستار روح اور راستی سے پرستش کریں۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۴ آیت ۲۳ سے ۲۴)۔

Marfat.com

(۴)

روزہ:

سطور بالا میں ذکر ہو چکا ہے کہ روزہ ہر یہودی راستباز کی زندگی کا حصہ تھا۔ اہل یہود کو موسوی شریعت میں صرف ایک روزہ کا حکم تھا۔ یعنے کفارہ کا روزہ (توریت شریف احبار رکوع ۱۶ آیت ۲۹ اور رکوع ۲۳ آیت ۲۷) لیکن سیدنا عیسٰی کے ایام میں پانچ یا چھ پبلک روزے تھے ان کے علاوہ راسخ الاعتقاد یہودی ہفتہ میں دو دن روزہ رکھتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۸ آیت ۱۲) یعنے جمعرات کے روز جب امام کہتے تھے کہ حضرت موسیٰ کوہ سینا پر گئے تھے اور سوموار کے روز جب امام کے مطابق وہ پہاڑ سے اترے تھے یہ روزے فرض نہ تھے لیکن فریسی اُن کو مزید ثواب حاصل کرنے کے لئے رکھتے تھے۔ اور ان کو جو روزہ دار نہیں تھے وہ ملامت کا نشانہ بناتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۲ آیت ۱۸) روزہ کے دن وہ اپنے سروں پر راکھ ڈالتے تھے اور منہ نہیں دھوتے تھے۔ بلکہ ان کو ڈھانپ لیتے تھے۔ تاکہ لوگ انکی طرف متوجہ ہوں۔ یہودی امام یشوع بن حنانیا کی بابت لکھا ہے کہ اُس کا چہرہ روزہ داری کی وجہ سے تمام عمر کالا رہتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے منہ پر راکھ ڈالے رکھتا تھا۔ (Ibid Page 228)

سیدنا عیسٰی نے حکم دیا ہے کہ روزہ میں ریاکاری کی آمیزش بالکل نہ ہو۔ آپ نے فرمایا۔ جب تم روزہ رکھو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اداس نہ بناؤ۔ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں۔ تاکہ لوگ انہیں روزہ دار جانیں لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے۔ بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر پر تیل ڈال اور منہ دھو تاکہ آدمی نہیں۔ بلکہ تیرا پروردگار جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزدار جانے۔ اس صورت میں تیرا پروردگار جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۱۶ سے ۱۸)

Marfat.com

(۵)

خلوص نیت:

سیدنا عیسیٰ ہر طرح کی ظاہرداری عبادت نمائی اور ریاکاری کے جانی دشمن تھے۔ آپ نے بار بار فریسیوں کو اُن کی ریاکاری کی وجہ سے ملامت کی اور اپنے حواریوں کو خبردار کیا اور فرمایا کہ فریسیوں اور صدوقیوں کی ریاکاری کے خمیر سے ہوشیار رہنا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۶ آیت ۶) آپ نے اُن دین فروش فریسیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر تمہاری ایمانداری فقیہوں اور فریسیوں کی ایمانداری سے زیادہ نہ ہوگی تو تم اللہ کے دین میں ہرگز داخل نہ ہو گے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۲۰) سامعین کی نظروں میں یہ حکم سب سے بھاری اور مشکل معلوم ہوا ہوگا۔ کیونکہ یہودی علمائے کرام کے خیالات کے مطابق فقیہی اور فریسی مجسم راستبازی تھے۔ اور عامتہ الناس کے لئے ان سے بڑھ کر ہونا تو درکنار ان کی طرح متقی ہونا محال تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن سیدنا عیسیٰ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کو فرماتے ہیں کہ وہ ان سے بڑھ کر ایماندار ہوں۔ کیونکہ ان کی راستبازی خدا کی نظر میں ریاکاری کی وجہ سے وقعت نہیں رکھتی۔ سیدنا عیسیٰ نے دین فروش فریسیوں کی مصنوعی تقدیس کا پردہ ہٹا دیا۔ اور ان کو بے نقاب کر کے فرمایا کہ اے فریسیوں تم پیالے اور رکابی کو اوپر سے تو صاف کرتے ہو لیکن تمہارے اندر لوٹ اور بدی بھری ہوئی ہے۔ پہلے پیالے اور رکابی کو اندر سے صاف کر و تاکہ اُوپر سے بھی صاف ہو جائیں۔ اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو اور اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتے ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو ایماندار دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۲۵ سے ۲۸)۔

جس یونانی لفظ کا ترجمہ ریاکار کیا گیا ہے اُس کے معنی نقال یا ایکٹر کے تھے

Marfat.com

(Seeley,Ecce Homo Ch.11) پس سیدنا عیسیٰ کی نظر میں فریسی عالم نقال اور ایکٹر تھے۔ اُن کے افعال اُن کی باتیں اُنکے کپڑے تک نقالوں کے سے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۵) ان کی تمام زندگی ایک سوانگ تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ لوگوں کے لئے ٹھوکر کا باعث تھے۔

وہ پروردگار کے دین کو لوگوں پر بند کر دیتے تھے اور نہ وہ آپ اس میں داخل ہوتے تھے اور نہ کسی کو داخل ہونے دیتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۱۳) جس طرح ایکٹروں کے الفاظ کا تعلق اُن کے دلی جذبات سے نہیں ہوتا ویسے ہی فریسیوں کی زبان سے جو تعلیم نکلتی تھی۔ وہ لوگوں پر اثر نہیں کرتی تھی۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع آیت ۲۲) وہ فصیح اللسان خطیب اور واعظ تھے۔ مگر ان کی قدر گراموفون کے ریکارڈوں سے زیادہ نہ تھی۔ اُن کے وعظ ان کے ذاتی تجربہ پر مبنی نہ تھے۔ ان کا جوش وخروش یکسر تصنع تھا اور یہ سوانگ اس واسطے رچایا جاتا تھا کہ لوگ اُن پر اعتماد کر کے اُن کے دام فریب میں مبتلا ہو جائیں۔

(۶)

پیروکار ہونے کی شرطیں:

ریاکاری اور ظاہرداری کا قلع قمع کرنے کے لئے سیدنا عیسیٰ نے اپنے حواریوں کے لئے سخت ترین معیار مقرر فرمائے۔ آپ نے علانیہ اقرار کو لازمی قرار دیا اور فرمایا کہ جو کوئی اس زناکار اور خطاکار پشت میں مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائے گا۔ میں بھی اس سے شرماؤنگا۔ جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے گا میں بھی اپنے پروردگار کے سامنے جو آسمان پر ہے اس کا انکار کروں گا۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۹ آیت ۲۶) (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۰ آیت ۳۲ سے ۳۳) سیدنا عیسیٰ نے اس پر ہی کفایت نہ کی بلکہ فرمایا کہ آپ کی خاطر آپ کے پیروؤں کو انتہا درجہ کی مصیبت اور ذلت سہنی پڑیگی۔ خلوص نیت کو معلوم کرنے کے لئے نہ صرف اعلانیہ اقرار کی ضرورت ہے بلکہ صبر اور استقلال سے جور وظلم کو برداشت کرنا

Marfat.com

خلوص قلب کا بہترین ثبوت ہے۔ آپ کی بلاہٹ آپ کا وہ ''چھاج'' تھا جس سے آپ نے کھلیان کو خوب صاف کیا۔ اور گیہوں کو بھوسی سے جدا کردیا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۳ آیت ۱۲) دُنیا دار اور ریاکار انسان ایذارسانی کی برداشت نہیں کرسکتا لیکن جو شخص اپنے دلی جذبات کی خاطر ہر طرح کی قہرمانی مستقل مزاجی کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہوتا ہے۔ اس کے خلوص کی نسبت کوئی شخص شبہ نہیں کرسکتا سیدنا عیسیٰ نے فرمایا کہ دنیا کے لوگ آپ کے پیروکاروں سے عداوت رکھیں گے۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۵ آیت ۱۹ سے ۲۰) آپ نے حواریوں کو مخاطب کرکے فرمایا ''کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا اور بیٹا باپ سے ماں بیٹی سے ساس بہو سے اور بہو ساس سے مخالفت رکھے گی۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۲ آیت ۵۱ سے ۵۲) پس جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔ جو کوئی بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۰ آیت ۳۷) آپنے صحابہ کرام کو خبردار کیا اور فرمایا خبردار ہو۔ لوگ تم کو عدالتوں کے حوالے کریں گے تم میرے سبب حاکموں اور بادشاہوں کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے۔ لیکن جب لوگ میرے سبب تمہیں لعن طعن کریں گے اور ستائیں گے اور ہر طرح کی بری باتیں ناحق کہیں گے۔ تو تم مبارک ہوگے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۰ آیت ۱۷۔ ۱۸ اور رکوع ۵ آیت ۱۱) آپ نے علی الاعلان سب سے کہا اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے اور ہر روز اپنی صلیب اٹھائے اور میرے پیچھے ہولے کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچانا چاہے وہ اُسے کھوئے گا۔ اور جو کوئی میرے اور انجیل کے واسطے اپنی جان کھوئے وہی اُسے ہمیشہ کی زندگی کے لئے محفوظ رکھے گا آدمی اگر ساری دنیا حاصل کرلے اور اپنی جان کھودے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۹ آیت ۲۳۔ ۲۵) (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۸ آیت ۳۳ سے ۳۷) (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۲ آیت ۲۴ سے ۲۶)۔

Marfat.com

ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ حواریوں اور دیگر سننے والوں کے دلوں پر ان الفاظ کا کیا اثر ہوا ہوگا وہ لوگ اس خیال میں تھے کہ مسیح موعود اعوام عالم پر فاتح ہو کر ان کو اپنا باجگذار بنائے گا اور اپنے پیروؤں کی اپنی بادشاہت میں عزت افزائی کریگا۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۳۷) مسیح مصلوب کا تصور اُن کے لئے اجتماع نقیضین کو بہترین مثال تھا۔ لیکن سیدنا عیسیٰ نے اُنکے خیالات کو صحیح کیا اور اُن کے سامنے نہایت صاف الفاظ میں پیروکار ہونے کی وہ شرطیں پیش کیں جو اُن کے وہم وگمان میں بھی کبھی نہ آئی تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ انسانی زندگی کا بہترین اور انسب مقصد آپ کی پیروی ہے اور سب سے گراں مایہ متاع حیات آپ کی محبت ہے۔ جس شخص کا دامن اس متاع سے خالی ہے۔ اس کا دعوی نجات وایمان دراصل بے دلیل ہے آپکی پیروی میں دنیاوی عزت وحشمت شان وشوکت اور جاہ جلال نہیں ملے گا۔ بلکہ۔ دکھ۔ تکلیف۔ بے عزتی۔ بے حرمتی۔ ایثار نفسی۔ قربانی۔ اپنی جان سے دشمنی بلکہ صلیب آپ کے پیروؤں کا حصہ ہوگی۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۰ آیت ۲۳) ان کو آپ کی محبت کی پاداش میں ہدف بنایا جائے گا۔ آپ نے اس حقیقت کو واضح کرنے کی خاطر اپنے صحابہ کرام کہ سامنے وہ دنیاوی مثالیں بھی پیش کیں آپ نے فرمایا۔ تم میں ایسا کون کہ ہے جب وہ ایک برج بنانا چاہے۔ تو پہلے بیٹھ کر لاگت کا حساب نہ کرلے کہ آیا میرے پاس اس کے تیار کرنے کا سامان ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ جب نیو ڈال کر تیار نہ کر سکے تو سب دیکھنے والے یہ کہہ کر اس پر ہنسنا شروع کریں کہ اس شخص نے عمارت بنانی شروع کی۔ مگر تیار نہ کر سکا۔ یا کون ایسا بادشاہ ہے جو دوسرے بادشاہ سے لڑنے جاتا ہو۔ اور پہلے بیٹھ کر مشورہ نہ کرے کہ آیا میں دس ہزار سے اس کا مقابلہ کر سکتا ہوں یا نہیں جو چوبیس ہزار لے کر مجھ پر چڑھا آتا ہے؟ نہیں تو جب وہ ہنوز دُور ہی ہے۔ ایلچی بھیج کر صلح کی شرطوں کی درخواست کرے گا۔ پس اسی طرح تم میں سے کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۴ آیت ۲۸ سے ۳۲) سیدنا عیسیٰ کا مطلب یہ ہے کہ دُنیادار شخص کسی کام کو ہاتھ لگانے سے پہلے اپنے نفع نقصان کو دیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے۔

Marfat.com

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اسی طرح واجب ہے جو شخص سیدنا عیسیٰ کا پیروکار ہونا چاہے وہ یہ جان لے کہ بے عزتی اور تکلیف اس کا حصہ ہوں گی تاکہ بعد میں اس کو پشیمان نہ ہونا پڑے۔ کیونکہ جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے وہ پروردگار کے دین کے لائق نہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۹ آیت ۶۲)

(۷)

بزرگوں روایات اور الٰہی احکام:

سطور بالا میں ذکر کیا گیا ہے کہ فریسی شریعت اور صحائف انبیاء کے علاوہ بزرگوں کی روایات پر عمل کرنا نجات کیلئے ضروری سمجھتے تھے یہودی علمائے کرام کی تاویلیں اور تفسیریں فریسی مذہب کا جزو اعظم تھیں۔ تالمود (یہودی احادیث کی کتاب) اس بات کی شاہد ہے کہ یہود اپنے علماء کی کتب اور بزرگوں کی روایات کی (جو اُن مبنی تھیں) اتنی قدر کرتے تھے کہ وہ پرستش سے کسی طرح کم نہ تھی۔ انہوں نے اس امر میں اس قدر مبالغہ سے کام لیا کہ انہوں نے مشناہ اور گمرا یعنی اپنی روایات کی کتب کو تورات شریف سے بھی چار قدم آگے بڑھا دیا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ تورات نمک کی طرح ہے لیکن مشناہ مرچ کی مانند اور گمرا مصالحہ کی مانند ہے۔ تورات پانی کی طرح ہے لیکن مشناہ مے کی طرح اور گمرا خوشبودار اور مصالحہ شراباً طہورا ہے۔ تورات بدن ہے لیکن مشناہ نفس اور گمرا زندگی کا دم ہے۔ وہ توریت شریف کا پڑھنا بہت ضروری نہیں خیال نہیں کرتے تھے لیکن مشناہ کا پڑھنا احسن شمار کرتے تھے اور گمرا کا مطالعہ بہترین نیکی خیال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خود قادر مطلق تالمود کے مطالعہ میں شب و روز مصروف رہتا ہے

(Farrar,Chirst and the Oral Law ,Expositor vol 5 p.230)

اُس کتاب پرستی نے اُن کی عقلوں کو تاریک رکھا تھا۔ سیدنا عیسیٰ کا قول اُن پر صدق آتا تھا کہ اگر وہ روشنی جو تجھ میں ہے تاریکی ہو تو تاریکی کیسی بڑی ہوگی۔ (انجیل شریف راوی

Marfat.com

حضرت متی رکوع ٦ آیت ٢٣) فریسی اپنے اندھے پن کے باعث رحم اور انصاف ایمان اور خدا کی محبت سے تو غافل تھے۔ لیکن بزرگوں کی روایات کو قائم رکھنے کے لئے سونف اور پودینہ اور زیرہ سداب وغیرہ کی وہ زکواۃ پر زور دیتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ٢٢ آیت ٢٣) (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ١١ آیت ٤٢) وہ اندھے راہنما تھے جو اونٹ کو نگل جاتے تھے لیکن مچھر کو چھانتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ٢٣ آیت ٢٤) وہ ایسے بھاری بوجھ جن کا اٹھانا مشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر لادتے تھے لیکن آپ ایک اُنگلی بھی اُن بوجھوں کو نہیں لگاتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ١١:٤٢) وہ کتب مقدسہ کے نہایت معمولی اور ہلکے احکام کو اپنی روایات سے شدید اور بھاری بنادیتے تھے۔ مثلاً حکم تھا کہ بنی اسرائیل اپنے پیراہنوں کے کناروں کو جھالر لگائیں۔ اور آسمانی رنگ کا ڈورا اس پر لگائیں۔ تا کہ آسمانی رنگ کا ڈورا دیکھ کر وہ وہ آسمانی حکموں کو یاد کیا کریں۔ (توریت شریف گنتی رکوع ١5 آیت ٣٨) فقیہوں نے اُس آسان حکم کے گرد باریک قیود کی باڑیں لگادیں اور حکم دیا کہ ہر اسریئلی پر فرض ہے کہ ہر وقت اور بالخصوص صبح کی دُعا کے وقت دو تعویذ باندھے۔ ایک بائیں ہاتھ کی کہنی پر کیونکہ وہ دل کے نزدیک ہے۔ اور دوسرا دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر باندھے تا کہ عقل کی نشست گاہ کے قریب رہے۔ سر کا تعویذ کالے بچھڑے کے چمڑے کا ہو۔ اور اُس کے اندر چار خانے ہوں جن میں (توریت شریف خروج رکوع ١٣ آیت ١ سے ١٠ اور رکوع ١٣ آیت ١١۔١٦ اور استثنا رکوع ٦ آیت ٤۔٩ اور رکوع ١١ آیت ١٣۔٢١) لکھے ہوں یہ آیات بچھڑے کی دُم کے بالوں سے صرف باندھی جائیں۔ تعویذ کے باہر دائیں بائیں حرف شین عبرانی زبان میں لکھا ہو۔ کیونکہ اس حرف سے پروردگار کا نام ''شدائی'' یعنے قادرِ مطلق شروُع ہوتا ہے۔ کہنی والے تعویذ میں صرف ایک خانہ ہو۔ جس میں مذکورہ بالا چار مقامات چار متوازی قطاروں میں لکھے ہوں۔ اور ہر قطار میں سات سطریں ہوں تعویذ خاص طریقہ سے باندھا جائے پہلے اس کی ڈوری تین دفعہ بازو کے گرد باندھی جائے اور پھر گانٹھ دی جائے اس کے بعد ڈوری سات دفعہ مروڑی جائے اور پھر آخری گانٹھ دی

Marfat.com

جائے۔ باندھنے کے ہر عمل کے وقت لئے خاص دُعائیں مقرر تھیں۔ ان تعویذوں پر اس قدر زور دیا گیا کہ یہودی امام کہتے تھے کہ خدا تعالےٰ خود تعویذ پہنتا ہے (Ibid page 231) کیونکہ لکھا ہے کہ میں اپنی ہتھیلی اُٹھاؤں گا۔ اور تو میرا پیچھا دیکھے گا۔ (توریت شریف خروج رکوع ۳۳ آیت ۲۳) اس طرح یہودی امام مبالغہ کر کے نہایت معمولی احکام کو بھاری بوجھ بنا دیتے تھے۔ اُن کا مقولہ تھا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ جھالر لگانے کا حکم تورات میں نہیں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ صرف کتاب مقدس کے الفاظ کی بے حرمتی کرتا ہے جن میں بعض ہلکے اور دیگر بھاری ہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تعویذ میں چار خانوں کی بجائے پانچ ہونے چاہئیں تو وہ مستوجب سزائے قتل ہوگا کیونکہ وہ امام کے الفاظ کی بے حرمتی کرتا ہے۔ جو سب کے سب بھاری ہیں (Ibid 227-231) کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی باڑ کی جھاڑی کو توڑتا ہے اُس کو سانپ ڈس جائیگا۔ (ایکلی ۱۰:۸)۔

عوام الناس اس احکام کے مارے سہم جاتے تھے۔ بقول شخصے ؎

جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقان\
سن کے ناصح جناب کی باتیں

ظاہر ہے کہ اس قسم کی ذہنیت رکھنے والوں کے نزدیک اگر خدا کے احکام بزرگوں کی روایات پوری کرنے میں رُکاوٹ کا باعث ہوتے تو اُن الٰہی احکام کو بالائے طاق رکھ دینے میں یہودی امام کا مطلق باک نہ تھا۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۷ آیت ۱۱) (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۱۶۔۲۲) وہ کہتے تھے کہ امام کے اقوال انبیاء کے اقوال سے زیادہ قابل قدر ہیں۔ کیونکہ لکھا ہے وہ اُن کو جو نبوت کرتے ہیں کہتے ہیں۔ کہ نبوت مت کرو وہ یعنی امام نبوت کرینگے (صحائف انبیاء میکاہ رکوع ۲ آیت ۶ سے ۱۱ کیونکہ انبیاء اور امام دو قاصدوں کی مانند ہیں جن کو کوئی بادشاہ کسی صوبہ دار کی طرف بھیجے۔ ایک کی نسبت بادشاہ کہتا ہے کہ جب تک وہ اُس کی دستار اور انگشتری نہ دکھائے اُس کی مت سنو اور دوسرے کی نسبت حکم دیتا ہے کہ اُن کی بغیر کسی ظاہری نشان کے سنو۔ اِسی طرح انبیاء کی نسبت تو خدا فرماتا ہے کہ وہ کوئی

Marfat.com

نشان یا معجزہ دکھائے۔ (توریت شریف استثنا رکوع ۱۳ آیت ۱) لیکن امام کی نسبت پروردگار فرماتا ہے کہ شریعت کے فیصلے کے موافق جو وہ تجھے سکھائیں اور اُس حکم کے مطابق جو وہ تجھے دیں کر اور اُس فیصلے سے جو وہ تجھ پر ظاہر کریں دہنے یا بائیں مت مڑ۔ (توریت شریف استثنا رکوع ۱۷ آیت ۱۱) جس سے ظاہر رہے کہ یہودی امام نے الٰہی معرفت کی کنجی چھین لی تھی۔ وہ خود داخل نہیں ہوتے تھے۔ اور داخل ہونے والوں کو بھی روکتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۱ آیت ۵۲) سیدنا عیسیٰ ان تمام باتوں مثلاً طہارت۔ غسل۔ ظاہری رسوم کی ادائیگی۔ اور بزرگوں کی روایات وغیرہ وغیرہ کو لاحاصل اور ان کے سرانجام دینے کو سعی باطل تصور فرماتے تھے۔

آپ کی یہ تعلیم تھی۔ کہ پروردگار ظاہری افعال کو نہیں دیکھتا بلکہ اندرونی جذبات کو دیکھتا ہے۔ جو ان افعال کے محرک ہوتے ہیں۔ آپ نے باطنی جذبات کو مقدم اور ظاہری افعال کو موخر قرار دیا۔

فریسیوں کے ظاہری اعمال پرہیز گاروں متقیوں اور پارساؤں کے سے تھے۔ لیکن یسعیاہ نبی کا کلام اُن پر صادق آتا تھا کہ یہ اُمت زبان سے تو میری عزت کرتی ہے مگر اُن کا دل مجھ سے دُور ہے اور یہ بے فائدہ میری پرستش کرتے ہیں۔ (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت یسعیاہ رکوع ۲۹ آیت ۱۳ اور انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۵ آیت ۷) وہ شرعی الفاظ کے ایسے گرویدہ تھے۔ کہ اُن روحانی حقائق کو فراموش کر گئے۔ جو اُن الفاظ میں ملبوس تھے۔ اُنہوں نے ظاہرداری اور احکام کی بجا آوری کو تو پیش نظر رکھا۔ لیکن الٰہی منشا کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔

(ا) سبت کے احکام:

موسوی شرع میں حکم تھا۔ کہ تو سبت (یہودی ہفتے کا پہلا دن) کا دن پاک رکھنے کے لئے یاد کر۔ چھ دن تک تو محنت کر کے اپنے سارے کام کاج کر۔ لیکن ساتواں دن پروردگار کا

Marfat.com

سبت ہے۔اس میں کچھ کام نہ کر۔ (توریت شریف خروج رکوع ۲۰ آیت ۸۔۱۰) الٰہی منشا اس صحت بخش حکم سے یہ تھا کہ انسان اپنی مدت العمر پیٹ کی غلامی میں نہ کاٹے بلکہ جسم اور رُوح دونوں کو آرام دے۔اوراس حقیقت کو محسوس کرے۔کہ انسان فقط روٹی ہی کھانے سے جیتا نہیں رہتا ہے بلکہ ہر بات سے جو پروردگار کے منہ سے نکلتی ہے جیتا رہتا ہے۔(توریت شریف استثنا رکوع ۸ آیت ۳) فریسیوں نے اس الٰہی منشا کو توپس پشت پھینک دیا حکم کی ظاہری بجا آوری میں اس قدر مبالغہ کیا۔اوراس حکم کو بزرگوں کی روایات کی زنجیروں میں اس قدر جکڑا کہ اس حکم کا ماننا وبال جان ہوگیا (Dictionary of Chirst and the Gospels. Vol.2 Art Sabbath.See also the Decalouge,by R.H.Charles pp 123-131) سبت انسان کی خاطر نہ رہا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انسان سبت کو ماننے کی خاطر پیدا کیا گیا ہے۔اہل یہود کے نزدیک سبت کا حکم اس قدر زبردست تھا۔کہ خدا اس کو آسمان پر مانتا تھا۔(یوبلی ۲: ۱۸) پس حکم تھا۔کہ جو سبت نہ مانے وہ جان سے مارا جائے (توریت شریف گنتی رکوع ۵ آیت ۲۵) سبت کے روز آگ جلانا' روٹی پکانا ۔گوشت اُبالنا ۔لکڑیاں جمع کرنا وغیرہ سب ممنوع تھے (توریت شریف خروج رکوع ۲۵ آیت ۳ اور گنتی رکوع ۱۵ آیت ۳۲)

کتاب مقدس کے لکھے جانے کے بعد فقیہوں نے ''کام'' کو ایک کم چالیس مختلف انواع میں تقسیم کردیا۔ ہر نوع کے ماتحت ایک کم چالیس'' کام'' تھے (Encyclopaedia Biblica Vol.4 p.4175)۔ذیل میں اُن اُنتالیس انواع میں سے چند درج کی جاتی ہیں۔

(۱) بیج بونا

(۲) چرخہ کاتنا

(۳) دو رسیوں کا بٹنا

(۴) دو دھاگوں کا جدا کرنا

(۵) آگ بجھانا

(۶) بوجھ اٹھانا

Marfat.com

(۷) گانٹھ کا کھولنا

(۸) دو خط لکھنا وغیرہ

ان مختلف انواع سے ہر نوع اُنتالیس کاموں پر مشتمل تھی۔ مشتے نمونہ از خروارے یا کاموں کی مثالیں یہ ہیں۔ مثلاً وہ کہتے تھے کہ کوئی درزی جمعہ کی شام کو سوئی اپنے پاس نہ رکھے۔ تا کہ وہ بھول کر کہیں سبت کے روز بھی (جو جمعہ کی شام سے شروع ہو جاتا تھا) اُس سوئی کو نہ اُٹھا تا پھرے۔ گوشت اور پیاز اور انڈے جمعہ کی شام سے پہلے بھون لینے چاہئیں۔ چراغ کو شفق سے پہلے جمعہ کی شام کو جلالینا چاہیے۔ کسی شخص کو سبت کے روزِ نصف میل سے زیادہ چلنے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی کے دانت میں درد ہوتا تو سبت کے روز اُس کو کلی کرنے کی ممانعت تھی۔ کسی بیمار کو جب تک وہ قریب المرگ نہ ہو۔ علاج کرانے کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی بچے کو چوٹ لگے اور اُس کی ہڈی ٹوٹ جائے یا ہڈی اپنی جگہ سے سرک جائے تو حکم تھا کہ جب تک جان کا خطرہ نہ ہو اُس کو کسی قسم کی امداد نہ دی جائے۔ حکم تھا کہ کوئی عورت سبت کے روز اپنا منہ آئینہ میں نہ دیکھے۔ کیونکہ خدشہ تھا کہ اگر اُس کو کوئی سفید بال دکھائی دے تو اُس کو اُکھاڑنے کی آزمائش میں نہ گھر کر بال اُکھاڑنے کا کام نہ کرے سبت کے روز مچھر مارنا منع تھا۔ چارپائی سبت کے روز اُٹھانی منع تھی (Westcott,Commentary on John.Ch.5 Verse 8.) حکم تھا کہ اگر کوئی شخص سبت کے روز کسی شارع عام سے کوئی چیز اُٹھا کر گھر لائے۔ یا گھر سے اُٹھا کر کسی شارع میں لے جائے تو جماعت سے خارج اور سنگسار کیا جائے۔ اگر سبت کے روز کسی شخص کے کان سے روئی گر پڑے تو وہ اُس کو اُٹھا کر کان میں نہ ڈالے۔ کیونکہ یہ بوجھ کا اُٹھانا ہوگا۔ اگر شخص کے مصنوعی دانت منہ میں سے گر پڑیں تو اُن کو اُٹھا کر اپنی جیب میں رکھنا بوجھ کا اُٹھانا ہوگا۔ اس طرح احکام کی بال کی کھال نکالی جاتی۔ اور مختلف یہودی امام مختلف فتاوی صادر کرتے۔ مثلاً اگر کسی کا حیوان گڑھے میں گر پڑے تو بعض امام کہتے تھے کہ اس کو نکالنے سے سبت کا حکم نہیں ٹوٹتا۔ لیکن بعض کو تو ایسا سودا ہو گیا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ چونکہ حیوان ایک بھاری بوجھ ہے۔ لہذا وہ سبت کے روز گڑھے سے نہ نکالا جائے۔ بلکہ اُس کے نیچے بھوسی وغیرہ ڈال دی جائے

Marfat.com

تا کہ وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے۔ اور اُس کو خوراک وہیں دی جائے۔ فریسیوں کے احکام ایسے سخت تھے کہ کوئی شخص سبت کے روز اپنی جان بچانے کی خاطر بھی آلات حرب اور اسلحہ کا استعمال نہ کرے۔ خونخوار بادشاہ انٹی اوکس اپی فینیز (Antichus Epiphanes) نے دوسری صدی قبل مسیح میں اس حکم کا ناجائز فائدہ اُٹھا کر ایک ہزار غیر مسلح یہود کو سبت کے روز تہ تیغ کر دیا تھا۔

صدوقی سبت کے معاملہ میں فریسیوں سے بھی زیادہ سخت تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر کوئی آدمی سبت کے روز گڑھے میں گر پڑے تو وہ ہرگز نہ نکالا جائے۔ وہ اُن قیود کے اس قدر پابند تھے۔ کہ اُن کا حکم تھا کہ کسی انسان کو سبت کے روز گڑھے میں سے نکالنے کے لئے سیڑھی اور رسہ بھی نہ لٹکایا جائے۔

(Beginnings of Christianity.Pt.1.Vol.1p.436)

یہودی عالم مونٹی فیوری اس امر کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہودی امام بڑی مُسرت کے ساتھ سبت کے حکم کی بابت نہایت باریک بینی سے کام لیتے تھے۔ اُن کے ذہن رسا کو بہت دوُر کی سوجھتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سبت کے گرد لامحدود چھوٹی ادنیٰ ہیچ اور بے مایہ قیود کا جمگھٹا بندھ گیا۔

(Montefiore,Religious Teaching of Jesus p.34)

سیدنا عیسیٰ نے یہ تعلیم دی کہ احکام کی بجا آوری میں کسی حکم کے الفاظ کو نہیں۔ بلکہ اُس الٰہی منشا کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ جس کی وجہ سے وہ حکم دیا گیا تھا۔ احکام کے محض الفاظ پر عمل کرنے سے ان کا اصلی منشا فوت ہو جاتا ہے ہم کو صرف وہ رُوحانی حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے جو اُن احکام کی علت غائی ہے (توریت شریف استشنا رکوع ۵ آیت ۱۴۔۱۵ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۵ آیت ۳ اور رکوع ۲۳ آیت ۳۱۔۳۳) چنانچہ آپ کی تعلیم کے مطابق انسان کو خیر خواہی اور ہمدردی احکام کے محض الفاظ کی بجا آوری پر مقدم ہے۔

انجیل شریف میں چھ ایسے موقعوں کا ذکر ہے جب سبت کی قیود کی بابت سیدنا عیسیٰ میں اور فریسیوں میں کشمکش ہوئی۔ آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا کہ سبت انسان کی خاطر بنا ہے نہ

Marfat.com

کہ انسان سبت کی خاطر (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۲ آیت ۲۷) اور یہی سبت کے حکم کا حقیقی منشا تھا۔ کہ انسان اپنی روزانہ محنت سے فارغ ہو روحانی نشوونما حاصل کر سکے۔ اور اپنے پروردگار کے ساتھ رفاقت رکھ سکے۔ لیکن جب بیت اللہ میں سبت کے روز یہودی جمع ہوتے تھے۔ تو وہاں دُعا یا نماز وغیرہ نہیں ہوتی تھی (Encyclopaedia Biblica.Vol.4.P.4176)۔ کیونکہ بیت اللہ کا اصلی مقصد نماز اور دُعا نہیں تھا۔ بلکہ شریعت کی تعلیم تھی یہودی اماموں نے یہودی عبادت گاہوں کو درسگاہیں بنا رکھا تھا۔ پس دینی اور دُنیاوی نقطہ نگاہ سے سبت کا روز لوگوں کے لئے وبالِ جان ہو گیا تھا۔ اس سبت پرستی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی امام سخت دل ہو گئے تھے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے۔ کہ سبت کے روز کسی مریض کو جب تک وہ قریب المرگ نہ ہو تندرست کرنا روا نہیں (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۶ آیت ۶ اور راوی حضرت مرقس رکوع ۳ آیت ۲) اس سے ہم اُن کی سخت دلی اور بے رحمی کا اندازہ کر سکتے ہیں اس سخت دلی کی وجہ سے سیدنا عیسیٰ اُن سے خفا ہوتے تھے۔ آپ نے اُن سے دریافت کیا کیا سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے یا بدی؟ جان کو بچانا یا قتل کرنا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۳ آیت ۴) جب اُنہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ تو آپ نے اُنکی سخت دلی کے سبب غمگین ہو کر چاروں طرف غصے سے نظر کر کے (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۳ آیت ۵) اُن سے پوچھا۔ تم میں سے ایسا کون ہے۔ جس کی ایک ہی بھیڑ ہو اور وہ سبت کے دن گڑھے میں گر جائے۔ اور وہ اُسے پکڑ کر باہر نہ نکالے؟ پس آدمی کی قدر تو بھیڑ سے بہت زیادہ ہے۔ اس لئے سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۲ آیت ۱۱ سے ۱۲) سیدنا عیسیٰ کا غصہ ایسے مذہبی پیشواؤں پر بھڑکتا تھا جو مذہب کی آڑ میں سنگ دلی کو جائز قرار دیتے تھے۔ اور مذہبی اُصول کو اپنی بے رحمی کے لئے جائے پناہ بنا کر مسرت حاصل کرتے تھے۔ اور دین کی آڑ میں ذاتی منفعت کی تلاش میں رہتے تھے۔ ایک موقعہ پر عبادت خانہ کے امام نے اس لئے کہ سیدنا عیسیٰ نے سبت کے دن شفا بخشی لوگوں سے خفا ہو کر کہا۔ چھ دن ہیں۔ جن میں کام کرنا چاہیے۔ پس اُنہی میں آ کر شفا پاؤ نہ کہ سبت کے دن (انجیل شریف راوی حضرت لوقا

Marfat.com

رکوع ۱۳ آیت ۱۴) جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مریض سیدنا عیسیٰ کے پاس غروب آفتاب کے بعد شفا پانے آتے تھے جب سیدنا عیسیٰ کے اس رویہ کے باعث فریسی حلقوں میں قیامت صغریٰ برپا ہوگئی تو آپ نے فریسیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔تم میں سے ایسا کون ہے جس کا گدھا۔ یا بیٹا۔ بیل کنوئیں میں گر پڑے اور وہ سبت کے دن فوراً نہ نکال لے۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۴ آیت ۵) آپ نے فرمایا کہ پروردگار سبت کے روز بھی کام کرتا ہے اُس کی پروردگاری سبت کے روز بند نہیں ہوجاتی (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۵ آیت ۱۷) پس سبت کے آرام کا مطلب بے شغلی۔ کاہل الوجودی اور سستی نہیں اور نہ کھانا پینا نفیس کپڑے پہننا اور ناچ رنگ میں مشغول رہنا ہے جو یہود کا سبت کے روز معمول تھا (See Bruce,Teaching of the Twelve.p.90)۔

اور جس کو وہ (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت یسعیاہ رکوع ۵۸ آیت ۱۳) کی رو سے صحیح خیال کرتے تھے۔ بلکہ سبت کا مطلب یہ ہے۔ کہ اُس دن وہ کام کئے جائیں جو پروردگار کو پسند ہوں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ آپ نے فرمایا کہ سبت کہ روز میرا پروردگار کام کرتا ہے۔ اور میں بھی کام کرتا ہوں۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۵ آیت ۱۷) پس آپ فرماتے تھے کہ آپ ''سبت کے مالک'' ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۲ آیت ۲۸)۔

(ب) حرام حلال خوراک اور اشیا:

بزرگوں کی روایت کو سرانجام دینے کے لئے اور ظاہری رسوم کی ادائیگی کو برقرار رکھنے کے لئے فریسی ظاہری پاکیزگی اور طہارت پر زور دیتے تھے۔ پاک اور ناپاک خوراک کے قوانین ہم کو (توریت شریف احبار رکوع گیارہ اور استثنار رکوع ۱۴ آیت ۱ سے ۲۱) ملتے ہیں۔ لیکن اہل یہود کو ہمیشہ یہ خدشہ دامنگیر رہتا تھا۔ کہ مبادا وہ اپنے روزانہ کاروبار میں کسی ناپاک شے کو چھو کر ناپاک نہ ہوگئے ہوں۔ پس عالم شرع غسل وطہارت کے قوانین کو (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت حجی رکوع ۲ آیت ۱۲۔۱۳) سے استخراج کر کے اُن پر بڑا زور دیتے تھے۔ (انجیل شریف

Marfat.com

راوی حضرت یوحنا رکوع ۲ آیت ۶) مثلاً اگر کوئی شخص سارا دن گھر میں بیٹھنے کی بجائے بازار جاتا تو جب واپس آتا تو اپنے ہاتھ ضرور دھوتا۔ کیونکہ وہ یہ خیال کرتا تھا کہ ممکن ہے کہ اُس کے ہاتھوں نے کسی ناپاک شے یا شخص کو چھولیا ہو۔ نہایت احتیاط کی جاتی تھی کہ جس پانی سے جسم کو پاک جائے وہ خود بالکل پاک ہو۔ کامل پاکیز گی حاصل کرنے کے لئے پانی خاص طرز سے مختلف اعضا پر ڈالا جاتا۔ اور یہ اُمور مذہبی فرائض شمار کئے جاتے تھے۔ تالمود کا ایک پوُرا باب ان ہدایات سے بھرا پڑا ہے اور دو مستقل رسالے غسل کے اور ہاتھ دھونے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ظاہری پاکیز گی کا سودا یہاں تک بڑھ گیا تھا کہ مختلف اشیا بھی دھوئی جاتی تھیں کہتے ہیں کہ

(F.W.Farrar,Chirst and the Oral Law,Expositor,Vol.5.pp215-217)

جب یہودی امام عقیبہ آخری قید بھگت رہا تھا اس کا ایک شاگرد اس کے لئے دھونے اور پینے کے لئے پانی لایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ داروغہ جیل کو جو پیاس لگی۔ تو وہ پانی پی گیا۔ اس پر شاگرد نے عقیبہ کو کہا کہ امام صاحب۔ آپ کو شدت کی پیاس لگی ہے اور آپ کے پاس پانی کم ہے آپ ہاتھ نہ دھوئیں۔ اور پانی سے پیاس بجھالیں۔ اس پر امام عقیبہ نے جواب دیا کہ جو شخص بغیر ہاتھ دھوئے روٹی کھاتا ہے۔ وہ مستوجب قتل ہے۔ پیاس کی موت مرنا بزرگوں کی روایات کو توڑنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ فریسیوں میں ظاہری پاکیز گی کا سودا اِس قدر بڑھ گیا تھا۔ کہ وہ مختلف اشیاء کو بھی دھویا کرتے تھے۔ صدوقی مذاقیہ کہا کرتے تھے کہ یہ فریسی تب چین لیں گے۔ جب وہ آفتاب کو بھی دھو کر پاک کر لینگے ان یہودی اماموں کے مطابق آسمان کی ہوا بھی پاک نہ تھی۔ کیونکہ اگر ہوا غیر اقوام کے کسی ملک سے ارض مقدس کی طرف چلتی تو وہ بھی ناپاک تصور کی جاتی جو متقی اور پرہیز گاروں کے پھیپھڑوں کے اندر جانے کے لائق نہ تھی۔ اِنہی اُمور کی طرف اشارہ کرکے انجیلی وقائع نگار لکھتا ہے کہ فریسی اور سب یہودی' بزرگوں کی روایایت پر قائم رہنے کے سبب جب تک اپنے ہاتھ کہنی تک دھونہ لیں نہیں کھاتے اور بازار سے آکر جب تک غسل نہ کرلیں نہیں کھاتے اور بہت سی اور باتیں ہیں جو قائم رکھنے کے لئے بزرگوں سے اُنہیں پہنچی ہیں۔ جیسے پیالوں اور لوٹوں اور تانبے کے برتنوں کا دھونا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع

Marfat.com

۷ آیت ۳ سے ۴)۔

سیدنا عیسیٰ نے یہ تعلیم دی کہ کوئی شخص کسی ''ناپاک'' شے کو چھونے یا کھانے سے ناپاک نہیں ہو جاتا۔ حقیقی ایمانداری محض جسمانی غسل کرنے اور ناپاک خوراک کو ترک کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتی اور نہ باطنی پاکیزگی پیالوں اور لوٹوں اور تانبے کے برتنوں کے دھونے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ آپ نے یہ اصول قائم کیا۔ کہ کوئی چیز باہر سے آدمی میں داخل ہو کر اُسے ناپاک نہیں کرسکتی ۔مگر جو چیزیں آدمی کے اندر سے نکلتی ہیں وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۷ آیت ۱۵) کیونکہ جو کچھ منہ میں جاتا ہے وہ پیٹ میں پڑتا اور مزبلہ میں نکل جاتا ہے مگر جو باتیں منہ سے نکلتی ہیں وہ دل سے نکلتی ہیں اور وہی آدمی کو ناپاک کرتی ہیں کیونکہ برُے خیال ۔خونریزیاں ۔زناکاریاں ۔حرامکاریاں ۔چوریاں ۔جھوٹی گواہیاں۔ بدگوئیاں دل ہی سے نکلتی ہیں۔ یہی باتیں ہیں جو آدمی کو ناپاک کرتی ہیں مگر بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کو ناپاک (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۵ آیت ۱۷ سے ۲۰) اہل یہود جو ظاہری پاکیزگی اور حرام اشیاء سے نفرت رکھنے پر نازاں تھے اس اصول کو سن کر ناراض ہوگئے کیونکہ وہ اُن کی تعلیم کے عین متضاد تھا۔ سیدنا عیسیٰ نے اُن کی کور باطنی اور بے بصری پر افسوس ظاہر کیا۔ اور فرمایا ''وہ اندھے ہیں اور اندھوں کو راہ بتانے والے ہیں۔ اگر اندھا اندھے کو راہ بتائیگا تو دونوں گڑھے میں گر پڑینگے'' (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۵ آیت ۱۴) آپ نے ظاہری اور بیرونی پاکیزگی کے پودے کو جو پروردگار نے نہیں لگایا تھا بلکہ بزرگوں کی روائتوں نے قائم کیا تھا بیخ وبن سے اُکھاڑ ڈالا ۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۵ آیت ۱۳) کیونکہ ان روایات سے پروردگار کا اصلی منشا یعنے روحانی پاکیزگی فوت ہوتی نظر آتی تھی۔ حرام حلال خوارک کے قوانین پر عمل کرنا۔ ہاتھ دھونا۔ غسل کرنا۔ بزرگوں کی روایات پر عمل کرنا نسبتاً آسان بات تھی لیکن فروتن ہونا۔ رحیم مزاج رکھنا۔ باطنی پاکیزگی حاصل کرنا محبت کرنا زیادہ مشکل اُمور تھے اور یہی باتیں پروردگار اُن سے چاہتا تھا۔ لیکن فریسی اپنے بزرگوں کی روایات کی کورانا تقلید کرتے تھے اور یہ نہیں دیکھتے تھے کہ محض ان رسومات پر عمل کرنے سے وہ الٰہی منشا کو پو

Marfat.com

رانہیں کر سکتے۔

بزرگوں کی روایات پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کا بعض دفعہ یہ نتیجہ ہوتا تھا۔ کہ شرع کے عالم ۔مفلسوں ۔ ناداروں اور بیواؤں پر مظالم ڈھاتے تھے۔زکواۃ دینے کے اُصول اور دیگر ایسے اصولوں پر سختی سے کاربند ہوکر وہ'' بیوہ عورتوں کے گھروں کو دبا بیٹھتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۲۰ آیت ۴۷) حالانکہ ارشاد خداوندی یہ تھا۔ کہ نیکوکاری سیکھو۔ انصاف کے پیرو ہو۔مظلوموں کی مدد کرو۔یتیموں کی فریادرسی کرو۔ بیوہ عورتوں کے حامی ہو۔ (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت یسعیاہ رکوع ۱ آیت ۱۷ وغیرہ) پس فریسی اپنے علمائے کرم اور بزرگوں کے احکام کو الٰہی احکام پر ترجیح دیکر اُن کو عملی طور پر منسوخ گردانتے تھے۔ بے انصاف قاضی اور محصول لینے والے بھی لوگوں کو لوٹتے تھے لیکن ان میں اور فریسیوں میں یہ فرق تھا۔ کہ وہ جانتے تھے کہ وہ پروردگار کے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔لیکن فریسی شرع کی آڑ میں ربیوں کی تعلیم پر عمل پیرا ہوکر یہ ناجائز کام کرتے تھے اور اس امر کا اقبال نہیں کرتے تھے کہ وہ خدا کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے وہ اندھے تھے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۲۶) جو اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتے تھے لیکن محصول لینے والوں کی آنکھ کے تنکے پر نظر کرکے اُنکو گنہگار قرار دے کر پروردگار کی جماعت سے خارج کردیتے تھے۔ وہ اُونٹ کو تو نگل جاتے تھے۔لیکن مچھر کو چھانتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۲۴)۔

اسی طرح اہل یہود اپنے بزرگوں کی دیگر روایات پر عمل کرکے خدا کے احکام کو باطل کردیتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عیسیٰؑ نے اُن کو متنبہ کرکے فرمایا خدا نے فرمایا ہے۔ کہ باپ کی اور ماں کی عزت کر اور جو اپنے باپ یا ماں کو برا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے۔مگر تم کہتے ہو کہ جو کوئی باپ یا ماں سے کہے کہ جس چیز کا تجھے مجھ سے فائدہ پہنچ سکتا تھا وہ خدا کی نذر ہوچکی تو وہ اپنے باپ کی عزت نہ کرے پس تم نے اپنی روایت سے خدا کا کلام باطل کردیا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۵ آیت ۴ سے ۶) ایسے شرع کے عالموں اور معلموں پر جو بزرگوں کی روائتوں کو صحفِ سماوی پر ترجیح دیتے تھے۔سیدنا عیسیٰؑ نے افسوس ظاہر فرمایا۔اور اُنکی روائتوں کی

Marfat.com

کم مائیگی کی حقیقت اُن پر یوں ظاہر فرمائی۔ اور کہا۔ تم کہتے ہو کہ اگر کوئی مقدس کی قسم کھائے تو کچھ بات نہیں لیکن اگر مقدس کے سونے کی قسم کھائے تو اُس کا پابند ہوگا۔ اے احمق اور اندھو کونسا بڑا ہے؟ سونا یا مقدس جس نے سونے کو مقدس کیا؟ اور پھر کہتے ہو۔ کہ اگر کوئی قربانگاہ کی قسم کھائے تو کچھ بات نہیں لیکن جو نذر اُس پر چڑھی ہو اُس کی قسم کھائے تو اُسکا پابند ہوگا۔ اے اندھو! کون سی بڑی ہے؟ نذر یا قربانگاہ جو نذر کو مقدس کرتی ہے؟ پس جو قربانگاہ کی قسم کھاتا ہے وہ اُس کی سب چیزوں کی جو اُس پر ہیں قسم کھاتا ہے۔ اور جو مقدس کی قسم کھاتا ہے وہ اُس کی اور اُس کے رہنے والے کی قسم کھاتا ہے اور جو آسمان کی قسم کھاتا ہے اور خدا کے تخت کی اور اُس پر بیٹھنے والے کی قسم کھاتا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۱۶ سے ۲۳)۔

(ج) قربانی

اہل یہود نے نذر اور قربانی کے اُصول پر اس قدر زور دیا تھا کہ مذہب کی آڑ میں یہودی امام اور صدوقی دُنیاوی مفاد کو مدنظر رکھنے لگ گئے پروردگار کی مرکزی عبادت گاہ میں تاجروں کی دُکانیں تھیں۔ جہاں بھیڑوں۔ بیلوں۔ کبوتروں وغیرہ کی قربانی گزرانے کے لئے خرید وفروخت ہوتی تھی۔ صدوقی اور امام اس تجارت سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

یہود اس خداوندی ارشاد کو بھول گئے تھے کہ میں قربانی نہیں بلکہ رحم زیادہ پسند کرتا ہوں۔ (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت ہوسیع رکوع ۶ آیت ۶) جب آپ نے دیکھا کہ قربانیوں کی وجہ سے پروردگار کا گھر تجارت کا گھر بن کر ڈاکوؤں کی کھوہ ہوگیا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۲ آیت ۱۶) (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۲ آیت ۲۳) تو سیدنا عیسیٰ کی غیرت جوش زن ہوئی۔

آپ نے اُن سب کو نکال دیا جو بیت اللہ میں خرید وفروخت کر رہے تھے۔ اور صرافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی تختیاں اُلٹ دیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۱ آیت ۱۲)

Marfat.com

اور فرمایا کہ ان کو یہاں سے لے جاؤ میرے پروردگار کے گھر کو تجارت کا گھر نہ بناؤ۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۲ آیت ۱۶) پروردگار نے فرمایا ہے کہ میرا گھر سب قوموں کے لئے عبادت کا گھر ہوگا۔ لیکن تم اُسے ڈاکوؤں کو کھوہ بناتے ہو۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۱ آیت ۱۷ اسے ۱۸) پروردگار کا مقصد تھا کہ غیر یہودی اقوام کے فرزند بھی اُس کے گھر میں حاضر ہو کر اُس پر ایمان لانے کا موقعہ حاصل کر کے اُس کے احسان۔ رحم اور محبت کو پہچان سکیں۔ پروردگار کا حکم تھا کہ میرا حکم ماننا قربانی چڑھانے سے اور شنوا ہونا مینڈھو ں کی چربی سے بہتر ہے کیونکہ نافرمانی اور جادوگری برابر ہیں۔ اور سرکشی کفر اور بت پرستی کے برابر ہے۔ (کتاب مقدس ا۔سموئیل رکوع ۱۵ آیت ۲۲ سے ۲۳)

پروردگار نے فرمایا تھا۔ کہ میں تیرے گھر کا بیل نہ لونگا نہ تیرے باڑے کا بکرا' کیا میں بیلوں کا گوشت کھاتا ہوں یا بکروں کا لہو پیتا ہوں۔ تو شکر گزاری کی قربانیاں پروردگار کے آگے گزران (زبور شریف رکوع ۵۰ آیت ۹ سے ۱۴)

اُس نے بنی اسرائیل کو کہا تھا کہ جس دن میں تمہارے باپ دادوں کو ملک مصر سے نکال لایا میں نے سوختنی قربانی اور ذبیحہ کی نسبت کچھ نہیں کہا اور حکم نہیں دیا۔ بلکہ اُن کو میں اتنا ہی کہہ کے حکم دیا کہ میری آواز کے شنوا ہو اور میں تمہارا خدا ہونگا اور تم میرے لوگ ہوگے۔ (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت یرمیاہ رکوع ۷ آیت ۲۲ سے ۲۳) لیکن اس قوم کے رہنماؤں نے بزرگوں کی روائتوں پر چل کر اُن خداوندی احکام کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اور ظاہری رسوم اور قربانیوں پر اس قدر زور دیا۔ کہ پروردگار کی برگزیدہ قوم کی عبادت کا اصلی مقصد فوت ہوگیا۔ اور غیر یہود اقوام کو بھی خدائے واحد کی عبادت کرنے کا موقعہ نہ دیا گیا۔

Marfat.com

باب دوم

حقوق العباد

فصل اوّل

(۱)

نفس انسانی کا احترام

باب اوّل میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ نے یہ تعلیم دی ہے کہ پروردگار ہمارا پالنے والا ہے جو اپنی محبت اور پروردگاری کی وجہ سے ہر فرد بشر کی خوراک' پوشاک اور دیگر حاجات کا انتظام کرتا ہے۔ آپ اس دُنیا میں پہلے معلم تھے۔ جنہوں نے روئے زمین کی اقوام کو انسانی زندگی روُح کی قدر و وقعت کا سبق سکھایا۔ سیدنا عیسیٰ کی بعثت سے پہلے انسان کی بطور ایک خود مختار فرد کے کوئی ہستی نہ تھی۔ انسانی تاریخ میں پہلے پہل قبیلہ ایک ہستی تصور کیا جاتا تھا۔(See Sir Henry Maine,The Ancient Law.11th ed) اور کسی فرد کی وقعت محض اس قبیلے کے ممبر ہونے کی وجہ سے ہوتی تھی۔ مثلاً وحشی اقوام میں قبیلے کی ہستی اور بقا اس کے ہر ممبر کا مقدم نصب العین تھا اس کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی تھی۔

دوسری ارتقائی منزل میں ہر فرد کسی ملک ریاست کا ممبر ہوتا تھا جسکی اپنی ذاتی ہستی کچھ نہ تھی۔ مثلاً افلاطون کے فلسفہ میں ملکی ریاست کی بہبودی ہر شخص کے لئے اعلیٰ ترین مطمح نظر ہے۔(Plato's Republic)

تیسرے ارتقائی مرحلے میں انسان کسی خاص ذات یا خاندان کا شریک تصور کیا جاتا تھا۔ اور اس کی ہستی کی قدر و منزلت اس شراکت کے ساتھ وابستہ ہوتی تھی۔ مثلاً اہل ہنود کے درمیان ذات پات کا سلسلہ ہے اگر کوئی شخص اچھوت ذات کا ممبر ہے۔ تو خواہ اس کی ذاتی

Marfat.com

زندگی کیسی ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو۔ وہ ناپاک اور اچھوت خیال کیا جاتا ہے۔

سیدنا عیسٰی کی تعلیم کے مطابق ہر شخص کو پروردگار نے کوئی نہ کوئی قدرتی نعمت عطا کی ہے۔ اور ہر انسان کا فرض ہے۔ کہ جو نعمت اور خداداد قابلیت اُس کو ملی ہے اس کا وہ بہترین استعمال کرے۔ دُنیا میں جس طرح کوئی دو شخص ایک دوسرے سے کامل طور پر شکل وصورت میں مشابہت نہیں رکھتے بلکہ ہر شخص کا خدوخال جدا ہے۔ اسی طرح اس دُنیا میں ہر ایک شخص کو جو پیدا ہوتا ہے خدا مختلف نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

سیدنا عیسٰی نے فرمایا ہے کہ پروردگار کی مرضی یہ ہے کہ ان خداداد قابلیتوں کا بہترین استعمال کیا جائے۔ اس دُنیا میں ہر شخص الگ کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ جس کو صرف وہی احسن طور پر سرانجام دے سکتا ہے۔ اس کام کو ہر شخص تب ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ جب وہ اپنی خداداد قابلیت کا بہترین استعمال کریگا۔ پس ہر شخص کے لئے لازم ہے کہ وہ یہ معلوم کرے۔ کہ اُس کو پروردگار نے کیا نعمت عطا فرمائی ہے اور اُس کا پروردگار نے انتظام عالم میں کیا حصہ مقرر کر رکھا ہے (انجیل شریف خطِ اول کرنتھیوں ۱۲ رکوع ۴ سے ۱۱) وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ کرے۔ سیدنا عیسٰی نے اس حقیقت کو ایک تمثیل کے ذریعہ اپنے حوازیوں کے ذہن نشین کیا۔ اور فرمایا کہ ایک آدمی نے پردیس جاتے وقت اپنے گھر کے نوکروں کو بلا کر اپنا مال اُن کے سپرد کیا۔ اور ایک کو پانچ توڑے دئے دوسرے کو دو۔ تیسرے کو ایک۔ یعنے ہر ایک کو اُس کی لیاقت کے موافق دیا۔ اور پردیس چلا گیا۔ جس کو پانچ توڑے ملے تھے اُس نے فوراً جا کر اُن سے لین دین کیا اور پانچ توڑے اور پیدا کر لئے۔ اسی طرح جسے دو ملے تھے اُس نے بھی دو اور کمائے۔ مگر جس کو ایک ملا تھا اُس نے جا کر زمین کھودی اور اپنے مالک کا روپیہ چھپا دیا۔ بڑی مدت کے بعد اُن نوکروں کا مالک آیا۔ اور اُن سے حساب لینے لگا جس کو پانچ توڑے ملے تھے۔ وہ پانچ توڑے اور لے کر آیا اور کہا اے مالک تو نے پانچ توڑے میرے سپرد کئے تھے۔ دیکھ! میں نے پانچ توڑے اور کمائے۔ اُس کے مالک نے اُس سے کہا اے اچھے اور دیانتدار نوکر۔ شاباش۔ تو تھوڑے میں دیانت دار رہا۔ میں تجھے بہت چیزوں کا مختار بناؤنگا۔

Marfat.com

اپنے مالک کی خوشی میں شریک ہو۔اور جس کو دو توڑے ملے تھے۔اُس نے بھی پاس آ کر کہا اے مالک تو نے دو توڑے میرے سپرد کئے تھے۔دیکھ میں نے دو توڑے اور کمائے۔اُس کے مالک نے اُس سے کہا اے اچھے نوکر دیانتدار نوکر شاباش۔تو تھوڑے میں دیانتدار رہا۔میں تجھے بہت چیزوں کا مختار بناؤں گا۔اپنے مالک کو خوشی میں شریک ہو۔اور جس کو ایک توڑا ملا تھا وہ بھی پاس آ کر کہنے لگا۔اے مالک میں تجھے جانتا تھا کہ تو سخت آدمی ہے۔اور جہاں نہیں بویا وہاں سے کاٹتا ہے۔اور جہاں نہیں بکھیرا وہاں سے جمع کرتا ہے۔پس میں ڈرا اور جا کر تیرا توڑا زمین میں چھپا دیا۔دیکھ جو تیرا ہے وہ موجود ہے۔اُس کے مالک نے جواب میں اُس سے کہا۔اے شریر اور سست نوکر تو جانتا تھا کہ جہاں میں نے بویا وہاں سے کاٹتا ہوں۔اور جہاں میں نے نہیں بکھیرا وہاں سے جمع کرتا ہوں۔پس تجھے لازم تھا کہ میرا روپیہ ساہوکاروں کو دیتا۔تو میں آ کر اپنا سود سمیت لے لیتا۔پس اس سے وہ توڑا لے لو اور جس کے پاس دس توڑے ہیں اسے دے دو۔کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائیگا۔اور اس کے پاس زیادہ ہو جائیگا مگر جس کے پاس نہیں ہے اس سے وہ بھی جو اس کے پاس ہے لے لیا جائیگا۔(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۵ آیت ۱۴ سے ۳۰) (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع 19 آیت ۱۱ سے ۲۷) اس تمثیل کے ذریعہ سیدنا عیسیٰ نے یہ تعلیم دی کہ اگر ہم خداداد قابلیتوں کو پروردگار کی مرضی کے مطابق استعمال کرینگے تو ہم پروردگار کے وفادار بندے ہونگے ہم اُس عقلمند اور دیانت دار وار وغہ کی طرح ہونگے۔جس کے مالک نے اُسے نوکر چاکروں پر مقرر کیا۔تا کہ ہر ایک کی خوراک وقت پر بانٹ دیا کرے۔مبارک ہے وہ نوکر جس کا مالک آ کر اُس کو ایسا ہی کرتا پائے۔میں تم سے سچ کہتا ہوں وہ اسے اپنے سارے مال کا مختار کر دیگا۔لیکن اگر وہ نوکر اپنے دل میں یہ کہہ کر کہ میرے مالک کے آنے میں دیر ہے۔غلاموں اور رلونڈیوں کو مارنا اور کھا پی کر متوالا ہونا شروع کرے تو اُس نوکر کا مالک ایسے دن کہ وہ اُس کی راہ دیکھتا ہو اور ایسی گھڑی کہ وہ نہ جانتا ہو آموجود ہوگا۔اور خود کوڑے لگا کر اُسے بے ایمانوں میں شامل کریگا۔اور وہ نوکر جس نے اپنے مالک کی مرضی جان لی اور تیاری نہ کی نہ اُس کی مرضی کے موافق عمل کیا بہت مار کھائیگا (انجیل

Marfat.com

شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۲ آیت ۴۲ سے ۴۴) پس ہر شخص پر یہ فرض ہوگیا کہ وہ اپنی خداداد قابلیتوں کا بہترین استعمال کرے۔ کوئی شخص محض کسی قوم یا قبیلہ یا ذات کا فرد ہی نہیں بلکہ ہر انسان کے لئے پروردگار عالم نے انتظام عالم میں ایک گوشہ مقرر کر رکھا ہے۔ اور ایک خاص کام اُس کے سپرد کر رکھا ہے۔ جس کو سرانجام دینے کے لئے وہ خلق کیا گیا ہے۔ پروردگار نے اس کو اُس کام کو سرانجام دینے کی قابلیت اور اہلیت بھی عطا کر رکھی ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی قسمت کا مالک اور اپنے اپنے افعال کا ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنے کاموں کی جزا اور سزا پائیگا۔ اور منصف حقیقی کے سامنے اپنے خیال' قول اور فعل کا ذمہ دار ہوگا (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۲ آیت ۳۶ اور رکوع ۲۵ آیت ۳۱،۴۶) سیدنا عیسیٰ نے فرمایا۔ آدمی اگر ساری دنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ اور آدمی اپنی جان کے بدلے کیا دے؟ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۷ آیت ۳۶،۳۸)۔

سیدنا عیسیٰ نے ہر فرد بشر کی قدر و منزلت پر زور دیکر بنی نوع انسان کی قدر منزلت کو بڑھا دیا۔ اور یہی ایک امر آپ کی حقیقی عظمت کو ظاہر کرتا اور آپ کی تعلیم کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سب سے بُرا وہ شخص ہے۔ جو ادنیٰ ترین انسان کو روحانی ترقی میں رُکاوٹ کا باعث ہوتا ہے۔ آپ کے الفاظ نہایت وزن دار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ادنیٰ ترین انسانوں میں سے کسی کو ٹھوکر کھلاتا ہے۔ اُس کے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک چکی کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جائے۔ اور وہ گہرے سمندر میں ڈبو دیا جائے خبردار اِن چھوٹوں میں سے کسی کو ناچیز نہ جاننا۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ آسمان پر اُن کے فرشتے پروردگار کے حضور ہر وقت سجدہ ریز ہوتے ہیں تمہارے پروردگار کی جو آسمان پر ہے یہ مرضی نہیں کہ ان چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک ہو۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۸ آیت ۶،۱۰،۱۴)۔

(۲) بچوں کی منزلت:

سیدنا عیسیٰ کی بعثت سے پہلے یونانی رومی دنیا میں بچوں کی مطلق پروا نہیں کی جاتی

Marfat.com

تھی۔ اسقاط حمل معیوب خیال نہ کیا جاتا تھا۔ ارسطو جیسے عظیم الشان فلاسفر نے اُسے نہ صرف جائز قرار دیا تھا۔ یہاں تک کہہ دیا تھا۔ کہ جب ملک کی آبادی ایک مقررہ حد سے تجاوز کر جائے تو اس قاعدہ کو حکماً نافذ کرنا چاہیے۔ مشرک مصنفین کی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم قبل از مسیح علانیہ بالعموم جاری تھی۔ مثلاً ہلیرین (Hilariun) اپنی بیوی کو ایک محبت آمیز خط لکھتا ہے(Findly Realism of Jesus .p.28) اور اس خط کے آخر میں اسکو نہایت عام اور سرسری طور پر ہدایت کرتا ہے کہ اگر نوزائیدہ بچہ لڑکی ہو تو اُس کو باہر پھینک دے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کوئی غیر معمولی ہدایت نہیں دیتا۔ اسی طرح حکیم سنیکا (Senica) لکھتا ہے کہ ہم کمزور اور بدصورت بچوں کو مروا ڈالتے ہیں۔ کیونکہ ہماری عقل ہم کو بتاتی ہے۔ کہ مفید اشیاء کو غیر مفید سے جدا رکھنا چاہیئے۔ طفل کشی کی قبیح رسم تمام یونانی رومی دُنیا میں رائج تھی۔ اور بغیر کسی تامل کے علانیہ کی جاتی تھی۔ متروک اولاد کی تجارت کھلم کھلا رومی سلطنت کے کونہ کونہ میں کی جاتی تھی۔

سیدنا عیسیٰ نے دُنیا کو بچوں کا احترام کرنا سکھایا۔ ایک دفعہ لوگ بچوں کو آپ کے پاس لائے تاکہ آپ نے اُن پر ہاتھ رکھ کر دُعا مانگیں (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۹ آیت ۱۳) لیکن آپ کے حواریوں نے اُن کو روکا آپ یہ دیکھ کر خفا ہوئے اور فرمایا کہ بچوں کو میرے پاس آنے دو اُنہیں منع نہ کرو کیونکہ پروردگار کا دین ایسوں ہی کا ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی پروردگار کے دین کو بچے کی طرح قبول نہ کرے۔ وہ اُس میں ہرگز داخل نہ ہوگا (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۸ آیت ۱۵، ۱۷) آپ نے بچوں کو اپنی گود میں لیا۔ اور اُن پر ہاتھ رکھ کر اُنہیں برکت دی (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۱۶)۔

ایک دفعہ سیدنا عیسیٰ نے ایک بچہ کو لے کر حواریوں کے درمیان کھڑا کیا اور اُسے گود میں لے کر (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۹ آیت ۳۲) حواریوں کو فرمایا کہ اگر تم نہ پھرو اور بچوں کی مانند نہ بنو تو اللہ کے دین میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔ جو کوئی میرے نام پر ایسے بچوں میں سے کسی کو قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو کوئی مجھے قبول کرتا ہے وہ مجھے نہیں بلکہ سے جس نے مجھے بھیجا قبول کرتا ہے لیکن جو کوئی ان چھوٹوں میں جو ایمان لائے ہیں۔ کسی کو ٹھوکر کھلاتا

Marfat.com

ہے۔اس کے لئے یہ بہتر ہے۔ کہ بڑی چکی کا پاٹ اس کے گلے میں لٹکا یا جائے اور وہ گہرے سمندر میں ڈبو دیا جائے ۔(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۸ آیت ۳، ۶ اور رکوع ۱۷ آیت ۶) کیونکہ تمہارے پروردگار کی جو آسمان پر ہے یہ مرضی نہیں کہ ان چھوٹوں میں سے ایک بھی ہلاک ہو۔(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۸ آیت ۱۴)۔

کیا بچوں کے نفس کا احترام ان سے زیادہ پر زور اور روشن الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے پس جائے تعجب نہیں کہ چھوٹے بچے اور لڑکے آپ پر فدا تھے۔اور ہر جگہ آپ کا استقبال بڑے تپاک سے کرتے تھے۔(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۹ آیت ۱۵)۔

(۳) حرمت نسواں:

یونانی رومی دُنیا میں عورتوں کی حیثیت نہایت پست تھی ۔ یونانی بیویوں کی مدت العمر غلامی میں بسر ہوتی تھی (Fairweather,Jesus and the Greeks.p.151) ۔ وہ بچپن میں اپنے والدین کی جوانی میں اپنے شوہروں کی اور بیوہ ہونے پر اپنے فرزندوں کی غلام اور تابعدار ہوتیں۔ سپارٹا کے قانون کے مطابق بوڑھے اور ضعیف القوی شوہروں پر لازم تھا کہ وہ اپنی کم سن بیویاں نوجوانوں کے حبالہ نکاح میں دے دیں تا کہ فوج میں قوی سپاہیوں کی تعداد زیادہ ہو۔ رُومی قانون کے مطابق (Hobhouse,Morals in Evolution.Vol.1Ch.5) شوہر یا باپ خاندان کا افسر اعلیٰ تھا۔اس کو اپنے بیوی بچوں پر کامل اختیار حاصل تھا۔ وہ جب چاہتا عورت کو اپنے گھر سے نکال سکتا تھا۔ بلکہ مابعد کے زمانہ میں تو اُس کے اختیارات اس قدر وسیع ہو گئے تھے کہ اگر چہ وہ چاہتا تو بیوی کو قتل بھی کر سکتا تھا۔عورتیں فرقہ ذکور آلہ شہوت ہی تصور کی جاتی تھیں۔

اہل یہود کو احکام عشرہ میں یہ حکم تھا۔ کہ تو زنا نہ کر (توریت شریف خروج رکوع ۲۰ آیت ۱۴) لیکن ابتداء سے لیکر سیدنا عیسٰی کی آمد کے بعد کے زمانہ تک بھی اس حکم کا مفہوم نہایت محدود معنوں میں سمجھا جاتا ہے اہل یہود کے نزدیک اس حکم کے مطابق کسی منکوحہ عورت کے لئے

Marfat.com

اپنے خاوند کے سوا کسی غیر شخص کے ساتھ ناجائز تعلق رکھنا ہر حالت میں ممنوع تھا لیکن کسی شادی شدہ مرد کے لئے اپنی بیوی کے سوا کسی دوسری عورت کے ساتھ تعلق رکھنا صرف خاص حالات میں ہی ممنوع تھا۔ اگر کوئی شادی شدہ مرد کسی غیر منکوحہ عورت کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا تو وہ اس حکم کے ماتحت زنا کار شمار نہیں کیا جاتا تھا۔ ہاں۔ اگر کوئی شادی شدہ مرد کسی غیر شخص کو منکوحہ بیوی سے ناجائز تعلق رکھتا تب وہ زانی شمار کیا جاتا تھا۔ اہل یہود کے نزدیک عورت بطور مال منقولہ خیال کی جاتی تھی۔ اگر کوئی دوسرے کی منکوحہ عورت پر ہاتھ ڈالتا۔ تو وہ پرائے شخص کی جائداد پر قبضہ کرتا تھا۔ لیکن غیر منکوحہ عورت اس حکم سے مستثنےٰ تصور کی جاتی تھیں۔ کیونکہ وہ شادی کر کے کسی شخص کی جائداد کا حصہ نہیں بن چکی تھیں۔ پس ساتویں حکم کا تعلق درحقیقت ناپاکی اور شہوت پرستی کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ جائداد کی چوری اور ڈاکہ زنی کے ساتھ کیونکہ عورت کا درجہ مال منقولہ کا تھا۔

بزرگوں کی روایات نے عورت کا یہ حال کر دیا تھا کہ یہودی علمائے کرام شارع عام میں عورتوں سے بات کرنا تو درکنار اُن کا سلام تک قبول کرنا بھی باعث ننگ خیال کرتے تھے۔ اُن کا قول تھا (Westcott,Commentary on John .vol.1p.12) کہ یہ بہتر ہے کہ شریعت کے الفاظ جلا دیئے جائیں۔ بہ نسبت اس کے کہ وہ کسی عورت کو سکھائے جائیں۔ اُن کی روزانہ عبادت میں یہ تھی۔ جواب بھی عبادت خانوں میں کی جاتی ہے (Ibid,vol.1p.163) کہ ''اے پروردگار تیرا نام مبارک ہو۔ کہ تو نے مجھے عورت نہیں بنایا'' اور عورت ان الفاظ میں پروردگار کا شکر کر کے کہتی ہے (Glover, Jesus of History.p.127)۔ اے پروردگار میں تیرا شکر کرتی ہوں کہ تو نے مجھے اپنی مرضی کے مطابق بنایا ہے۔ لیکن سیدنا عیسیٰ نے خود اپنی زبان فیض ترجمان سے ایک سامری عورت کو تعلیم دی (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۴ باب) آپ کا نجات کا پیغام مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے یکساں تھا۔ آپ نے اپنی تعلیم میں عورتوں کا کئی دفعہ ذکر بھی کیا۔ انجیل شریف ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ آپ نے تائب گنہگار عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے عوض اُن کو الٰہی محبت کا زندگی بخش پیغام سنایا۔ اُن کو الٰہی مغفرت کا

Marfat.com

جانفزا مثر دہ دیا۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۷ آیت ۳۶، ۵۰) آپ نے بے شمار عورتوں کو شفا بخشی ۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۸ آپ نے بخوشی تمام اُن کی دعوت کو قبول کیا۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۰ آیت ۳۷، ۴۳) عورتوں میں سے بعض آپ کی دلی دوست تھیں ۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا ۱۱ آیت ۵) بہتیری عورتیں آپ کے پیغام نجات کی اس قدر گرویدہ تھیں کہ اپنے مال سے آپ کی اور آپ کے حواریوں کی خدمت کرتی تھیں ۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۸ آیت ۳) آپ نے فرمایا کہ ہر عورت جو پروردگار کی مرضی پر چلتی ہے آپ کی بہن اور ماں ہے ۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۳ آیت ۳۵)۔

سیدنا عیسیٰ کی تعلیم صنف نازک کے حقوق کی ہمیشہ محافظ رہی اگر ہم بنی نوع انسان سے اپنی مانند محبت رکھیں گے تو اُن کی عزت کریں گے۔ اور اُن کی روح اور جسم دونوں کی قدر کریں گے۔ پس سیدنا عیسیٰ نے محبت کا اُصول ایسا عالمگیر اور جامع مقرر کیا ہے۔ جس نے عورتوں کی عزت اور ان کے روح اور جسم دونوں کی منزلت کو ایک احسن شے قرار دیدیا۔ کوئی شخص اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اُس کی ماں بہن، بیٹی یا بہو بیوی کو صرف آلہ شہوت بنا کر استعمال کیا جائے۔ پس محبت کے ہمہ گیر اُصول کے مطابق ہم ہر عورت کو اپنی بہن بیٹی کی مانند تصور کرینگے۔ اور بُرے خیال ناشائستہ افعال سے احتراز کرینگے ۔ بلکہ عورتوں کی روح اور جسم کو اپنی روح اور جسم کی طرح قابل قدر جان کر اُن کی وقعت کریں گے۔

پس سیدنا عیسیٰ کی تعلیم نے عورتوں کو مردوں کے آلہ شہوت ہونے سے بچالیا اور زنا کاری اور عصمت فروشی کا سدِ باب کر دیا۔ یہودی عالم ربی جلیل نے طلاق کی اجازت دی رکھی تھی۔ اُس کا قول تھا کہ مرد عورت کو نہایت معمولی غلطیوں کی وجہ سے طلاق دے سکتا ہے۔ مثلاً جب وہ روٹی جلائے تو مرد اپنی کو طلاق دے دے Dictionary of Christ and the Gospels.Vol.1 Art Divorce. لیکن عورت کو یہ اختیار حاصل نہیں تھا۔ کہ مرد کو کسی حالت میں بھی طلاق دے سکے ۔ پس طلاق کی گرم بازاری نے عورتوں کا درجہ پست کر دیا تھا۔ ان پست

Marfat.com

خیالات نے شہوت زانی کو ترقی دے رکھی تھی۔ سیدنا عیسیٰ نے طلاق کو قطعی طور پر بند کر دیا۔ فریسی ایک دفعہ سیدنا عیسیٰ کے پاس آئے۔ اور پوچھنے لگے کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ خالق کا ابتدائی منشا یہ نہیں تھا کہ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے کیونکہ مرد اور عورت دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لئے جسے پروردگار نے جوڑا ہے اُسے آدمی جدا نہ کرے۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۱،۹) جب آپ کے حواریوں نے پھر طلاق کی نسبت استفارہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اُس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے اور اگر عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۱۱،۱۲) پھر فرمایا ''جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اُس سے زنا کراتا ہے اور جو شخص شوہر کی چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۳۲ اور انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۶ آیت ۱۸)۔

پس سیدنا عیسیٰ کی تعلیم نے فرقہ نسواں کو قعر مزلت سے نکال دیا اور عورتوں کی کایا پلٹ دی۔ یہاں تک کہ دنیائے اخلاق میں مردانہ فضائل کو بجائے نسوانی فضائل کو زندگی کا اعلیٰ ترین نصب العین قرار دے دیا۔ چنانچہ پروفیسر سیتھ (Seth) کہتا ہے۔ کہ سیدنا عیسیٰ کی تعلیم نے جو عظیم الشان تبدیلی دنیائے اخلاق میں پیدا کر دی۔ وہ یہ ہے کہ اس نے تنگ اور مردانہ فضائل کی بجائے جو متقدمین کا نصب العین تھیں۔ نسوانی فضائل کو نیکی کا جوہر قرار دے دیا۔۔۔ اہل ایمان کا دائرہ اب میدان جنگ نہ تھا بلکہ اب غربا کی مدد بیماروں کی تیمارداری اور مظلوم و متروک اولاد کی خبرگیری کرنا کارِ ثواب سمجھا جاتا تھا (Seth,Ethical Principles.p.384 see also Murry, pagan Religions At the Coming of Christiainty in Peak's Commentary.pp.632-633)۔ اسی طرح مورخ لیکی (Lecky) بھی کہتا ہے سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کا ایک خاص کارنامہ یہ ہے۔ کہ اس نے اخلاقی تخیل میں تبدیلی پیدا کر کے فضائل نسوانی کو ایک خاص شرف و امتیاز عطا کر دیا۔۔۔ یہ انقلاب تمام تر تعلیم کا نتیجہ تھا۔ جس نے قدیم یونانی

Marfat.com

(اور رومی) تخیل کو فنا کر کے اس کی جگہ حلم وانکسار، خلق تپاک، رفق ملاطفت، تسلیم ورضا، الفت ومحبت کے جذبات مخصوص بہ نسواں کو رفعت بخشی (Lecky, History Of European Morals.(urdu Trans) by Abdul Majid Vol.2pp.219-220)۔

پس سیدنا عیسیٰ کی تعلیم صنف نازک کے حق میں آیہ رحمت ہے اُس نے عورتوں کو وہ درجہ عطا کیا ہے۔ جوان کو کبھی نصیب نہ ہوا تھا اور جواب اُن سے چھن نہیں سکتا۔

فصل دوم

(۱) اُخوت انسانی اور حضرت عیسیٰ کا نصب العین

سیدنا عیسیٰ نے تعلیم دی کہ پروردگار ہمارا پالنے والا ہے اور کل بنی نوع انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا "تمہارا پروردگار ایک ہی ہے۔ جو آسمان پر ہے اور تم سب بھائی ہو۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۸، ۹)۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ھدا کا
کہ ہے کہ ساری مخلوق کنبہ خدا کا

سیدنا عیسیٰ سے پہلے انبیاء اللہ نے اس اصول کی روشنی کی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن سیدنا عیسیٰ اس دُنیا میں پہلے معلم تھے جنہوں نے پروردگار کی محبت وابوت اور ہر انسانی اُخوت کو اپنی تعلیم کا اصل الاصول بنایا متقدمین نے تو اس اُصول کی ایک جھلک پائی تھی۔ لیکن سیدنا عیسیٰ نے اس اُصول انسان کو روزمرہ زندگی کے فرائض کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ اور کل انسانی اخلاق کا نصب العین قرار دے دیا۔ دیگر انبیا نے اس کو دھندلے اور مبہم طور پر ہی ظاہر کیا تھا۔ لیکن سیدنا عیسیٰ نے اس اُصول کو عالمگیر بنا کر اس کو کل بنی نوع انسان پر حاوی کر دیا۔ جس طرح الٰہی محبت سب پر حاوی ہے۔ اسی طرح انسانی محبت بھی کسی خاص طبقہ یا قوم سے متعلق نہیں بلکہ عالمگیر ہے سیدنا عیسیٰ نے انسانی اُخوت ومساوات پر نہ صرف بڑا زور دیا۔ بلکہ محبت کو اپنی تعلیم کا بنیادی پتھر بنا کر بار بار تاکید کر کے فرمایا۔ میں تم کو ایک نیا حکم دیتا ہوں۔ کہ ایک دوسرے سے محبت رکھو

Marfat.com

جیسے میں نے تم سے محبت رکھی ۔تم بھی ایک دوسرے سے محبت رکھواس سے سب جانیں گے کہ تم میرے پیروکار ہو۔(انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۳ آیت ۳۴ اور ۳۵)۔

سیدنا عیسیٰ نے اخلاقی قوانین کوتمام رسوم اور قیود شرعیہ سے آزاد کر کے ان کو صرف ایک اُصول یعنی اصول محبت کے ماتحت کردیااور اس زریں اصول کے سوا آپ نے کوئی دوسرا اصول کبھی وضع نہ کیا۔اور فرمایا کہ اس اُصول پر تمام توریت اور صحائف انبیا کا مدار ہے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۲ آیت ۴) آپ کی تعلیم کے مطابق محبت کا اُصول آسمان اور زمین پر حاوی ہے۔آسمان پر پروردگار ا ہے۔جس کے ذات اور جس کا جو ہر محبت ہے وہی اکیلا حقیقی منعم ہے۔اور زمین پر ایک ہی نعمت ہے۔جو قابل رشک ہے اور وہ محبت ہے جو ہم کو دوسروں کی خدمت کرنے کا فخر عطا کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ کے حواری فرماتے ہیں۔آپس کی محبت کے سوا کسی چیز میں کسی کے قرضدار نہ ہو۔کیونکہ جودوسرے سے محبت رکھتا ہے اُس نے شریعت پر پورا عمل کیا۔کیونکہ یہ باتیں کہ زنا نہ کر۔خون نہ کر۔چوری نہ کر اور ان کے سوا اور جو کوئی حکم ہو۔ان سب کا خلاصہ اس بات میں پایا جاتا ہے۔کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ۔محبت اپنے پڑوسی سے بدی نہیں کرتی اس واسطے محبت شریعت کی تکمیل ہے۔(انجیل شریف خطِ رومیوں رکوع ۱۳ آیت ۸، ۱۰)۔

فریسیوں نے روزمرہ زندگی کولاتعداد قیود سے جکڑ رکھا تھا جن کو وہ ایمانداری کے لئے ضروری خیال کرتے تھے۔زندگی ان قیود کے بھاری بوجھ کے مارے ایک وبال ہو جاتی ہے لیکن اگر ہمارے دل میں پروردگار اور انسان کی محبت موجزن ہے۔تو زندگی بوجھ ہونے کی بجائے خوشی اور خرمی کا باعث ہو جاتی ہے۔اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے ۔کہ ان چھوٹے چھوٹے احکام کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔ہم خود بخود راستبازی کے ایسے کام کرینگے جو پروردگار اور انسان کے نزدیک مقبول ہونگے ۔سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کی یہ خصوصیت ہے کہ محبت کے بنیادی اُصول کی وجہ سے قوانین وقواعد یا احکام کی ضرورت ہی نہیں رہی۔اگر ہماری آنکھ ''درست'' ہے

Marfat.com

(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ٦ آیت ٢٢) تو ہمارا ضمیر ہر موقع پر ہم کو بتا دیتا ہے۔ کہ آیا فلاں کام پروردگار اور انسان کی محبت کے منافی ہے یا مطابق ہے۔ سیدنا عیسیٰ اُن سب اشخاص کو ملامت کرتے تھے۔ جو محبت کے اُصول کا اطلاق اپنی زندگی کے افعال پر نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اُن کے دلوں میں انسانی محبت کی بجائے کسی اور شے کی محبت حکمران ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہم اور آدمیوں کے ساتھ ایسی محبت رکھیں گے۔ جیسی ہم اپنے ساتھ کرتے ہیں۔ تو اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اُن کو کسی طرح کا گزند نہیں پہنچائینگے۔ خون۔ قتل۔ غصہ۔ زنا۔ شہوت پرستی۔ چوری۔ چغل خوری۔ عیب جوئی وغیرہ کا خود بخود سد باب ہو جائیگا۔ نہ صرف یہ باتیں خود بخود مٹ جائینگی۔ بلکہ ہم ہر ایک شخص کے ساتھ جو ہمارے دائرہ اثر آئے گا۔ بہترین سلوک روا رکھیں گے۔ پس سیدنا عیسیٰ نے لاتعداد قوانین کی بجائے ایک زندہ اُصول قائم کر دیا۔ جس پر عمل کرنے سے ہماری زندگی سے خود بخود تمام نیک افعال صادر ہو سکتے ہیں۔

کینن لڈن (Canon Liddon) ایک موقعہ پر کہتا ہے۔ کہ اخلاقی قانون ازلی ہے لیکن انجیل شریف میں یہ اخلاقی قانون کوئی بیرونی شکل اختیار نہیں کرتا بلکہ زندگی کا روحانی اور اندرونی اُصول بن جاتا ہے (Canon Liddon, Quoted by Anderson Scott in New Testament Etchics.p.21)۔ محبت ایک ایسا نصب العین ہے جو جامع اور مانع ہے۔ محبت ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم ہر ممکن طور سے یہ سر توڑ کوشش کریں کہ ہمارا پڑوسی بھی محبت کرنے والوں کے حلقہ میں داخل ہو جائے۔ مشہور فلاسفر پروفیسر رائس (Royce) کہتا ہے۔ محبت کا اولین کام یہ ہے کہ دوسرے شخص میں محبت پیدا کرے۔ اور تمام لوگوں کو محبت کی تعلیم دے کر آسمان کی بادشاہت کی حدود کو وسیع کردے (Royce, Problems of Christianity. vol.1p.85) محبت کی چنگاری دوسرے کے دل میں بھی محبت کی آگ لگا دیتی ہے۔ محبت سے بہتر نصب العین اور مطمح نظر عالم وجود یا عالم خیال میں آ ہی نہیں سکتا۔

جرمن شاعر گوئٹے (Goethe) نے کیا خوب کہا ہے کہ خواہ ہمارا فہم انسانی ادراک اور روحانی ترقی کیسے ہی بڑے معراج پر پہنچ جائیں وہ سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کے اخلاقی جلال اور عروج

Marfat.com

سے آگے نہیں نکل سکتے۔

(Quoted by Harnack, What is Christianity?p.4)

ایک عالم شرع نے سیدنا عیسیٰ سے پوچھا کہ سب حکموں میں اوّل کونسا حکم ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ اوّل یہ ہے کہ تو پروردگار سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ اور دوسرا یہ کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲ آیت ۳۰،۳۱) اس پر اُس نے سیدنا عیسیٰ نے سے پوچھا کہ میرا پڑوسی کون ہے جس سے میں اپنے برابر محبت رکھوں؟ سیدنا عیسیٰ نے اس کا جواب ایک تمثیل میں دیا۔ اور فرمایا "ایک آدمی یروشلم سے یریحو کی طرف جارہا تھا کہ ڈاکوؤں میں گھر گیا۔ اُنہوں نے اُس کے کپڑے اُتار لئے اور مارا بھی اور ادھموا چھوڑ کر چلے گئے۔ اتفاقاً ایک امام اس راہ سے جارہا تھا اس نے اسے دیکھا اور کترا کر چلا گیا اور اتفاقاً ایک ناظم بیت اللہ اس جگہ آیا وہ بھی اسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ لیکن ایک سماری سفر کرتے کرتے وہاں آنکلا۔ اور اُس نے دیکھ کر ترس کھایا اور اُس کے پاس آیا اور اُس کے زخموں کو تیل لگا کر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کر کے سرائے میں لے آیا۔ اور اُس کی خبر گیری کی دوسرے دن دو دینار نکال کو بھٹیارے کو دیئے اور کہا اس کی خبر گیری کرنا اور جو کچھ اُس سے زیادہ خرچ ہوگا۔ میں پھر آ کر تجھے ادا کردونگا ان تینوں میں سے اُس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گھر گیا تھا تیری دانست میں کون پڑوسی ٹھہرا اُس نے کہا وہ جس نے اُس پر رحم کیا۔ سیدنا عیسیٰ نے اُس سے کہا جا تو بھی ایسا ہی کر (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع 10 آیت :30۔38)

سیدنا عیسیٰ کا یہ مطلب ہے کہ اس دنیا میں ہر شخص پر واجب ہے کہ دوسرے کے ساتھ (خواہ وہ اُس کے مذہب، ملت یا طبقہ کا ہو یا نہ ہو) اپنے برابر محبت رکھے۔ آپ نے سماری کو حقیقی پڑوسی قرار دیا گو سماریوں میں اہل یہود میں سخت مخالفت تھی۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۹ آیت ۵۴) اہل یہود کے لئے جائز نہ تھا کہ کسی سماری کی مہمان نوازی کو قبول کریں۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۴ آیت ۹) سماریوں کی گواہی یہودی عدالتوں میں قابل

Marfat.com

اعتبار نہیں سمجھی جاتی تھی۔ یہودی امام کہتے تھے۔ (Westcott,Commentary on John.vol.1.p.147) کہ ''کسی سامری کی روٹی کھانی خنزیر کے گوشت کھانے کے برابر ہے۔ لیکن سیدنا عیسیٰ نے ایک ساری کو جس کو تمام یہودی بنظر حقارت دیکھتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۸ آیت ۴۸) پڑوسی کا بہترین نمونہ قرار دیا۔

مساوات کی تعلیم یہودی کتب مقدسہ میں نہ تھی۔ یہ کتابیں یہود اور غیر یہود میں قطعی طور پر تمیز کرتی تھیں۔ یہود میں بھی نفی کے طور پر مساوات کا اُصول جائز تھا۔ چنانچہ توبت نے کہا تھا۔ جس چیز سے تجھے نفرت ہے وہ دوسرے کے لئے روا نہ رکھ۔ (15:4) یہودی امام جلیل نے کہا تھا کہ جس شے کو تو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اُس کو تو اپنے پڑوسی کے لئے روا نہ رکھ۔ تمام شریعت یہی ہے۔ باقی اس کی تفسیر ہے۔ (Quoted by Harnack , in life and Teachings of Jesus Christ .p.82) یعنی وہ کہتے تھے کہ ''ہر چہ برخود مپسندی بردیگراں مپسند''۔ لیکن سیدنا عیسیٰ نے اُصول مساوات کو یہود اور غیر یہود سب پر حاوی کر کے اس اُصول کو اثباتیہ شکل دے دی اور فرمایا ''جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگوں تمہارے ساتھ کریں۔ وہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۱۲)

پس سیدنا عیسیٰ اس دُنیا میں پہلے معلم تھے۔ جنہوں نے اُخوت انسانی کا سبق دُنیا کو پڑھایا۔ آپ سے پہلے کسی ملت کے مذہبی پیشوا نے یہ سبق نہیں دیا تھا۔ افلاطون کا فلسفہ اگرچہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے بلند پایہ تھا لیکن اس میں درجہ بندی کو قیود موجود تھیں۔ گو ستویقی حکما انسانی اُخوت کا دم بھرتے تھے۔ تاہم وہ اس تصور کو نباہ نہ سکے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے ناصرت کینبی نے اُخوت و مساوات کا سبق کل دُنیا کو سکھایا۔ آپ نے انسانی محبت کو کسی خاص دائرہ یا قبیلہ یا ملت یا قوم تک ہی محدود نہ رکھا بلکہ حکم دیا ہر شخص دوسرے کو بلا امتیاز قوم و نسل اور رنگ پیار کرے۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا کہ جانی ''دشمنوں سے محبت رکھو تاکہ تم اپنے پروردگار کے جو آسمان پر ہے محبوب ٹھہرو۔ کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے متقی پرہیزگاروں اور کافروں دونوں پر مینہ برساتا ہے کیونکہ اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں سے ہی محبت

Marfat.com

رکھوتو تمہارے لئے کیا اجر ہے۔اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی کو سلام کروتو کیا زیادہ کرتے ہو پس چاہیکہ تم کامل ہو جیسا تمہارا پروردگار کامل ہے(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت: ۴۵۔۴۸) تمہاری محبت ہمہ گیر ہو۔

اس عالمگیر محبت سے کوئی شخص مستثنےٰ نہیں کیا گیا۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے۔ کہ سیدنا عیسیٰ کی تعلیم نے ہر طرح کی تفریق اور درجہ بندی کو مٹا دیا۔ارسطو جیسا عظیم الشان فلاسفر غلامی کی قبیح رسم کو نہ صرف جائز بلکہ ایک قدرتی شے خیال کرتا تھا۔سیدنا عیسیٰ کی تعلیم نے غلامی کو بھی مٹا دیا۔غلام اور آزاد' غریب اور دولت مند' اعلیٰ اور ادنیٰ کا امتیاز دُنیا سے اُٹھ گیا۔آپ ایک دفعہ ایک شخص کے گھر کھانا کھانے گئے۔تو آپ نے فرمایا۔کہ جب تو دن کا یارات کا کھانا تیار کرے تو اپنے دوستوں یا بھائیوں یا رشتہ داروں یا دولتمند پڑوسیوں کو نہ بلا کہ ایسا نہ ہو وہ بھی تجھے بلائیں اور تیرا بدلہ ہو جائے۔کہ جب تو ضیافت کرے تو غریبوں' لنگڑوں' اندھوں کو بلا تو تجھ پر برکت ہوگی۔کیونکہ اُن کے پاس تجھے بدلہ دینے کو کچھ نہیں اور تجھے مومنوں کی قیامت میں بدلہ ملے گا۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۴ آیت:۱۲۔۱۴)

سیدنا عیسیٰ نے امیری اور غریبی کی درجہ بندی مٹانے کو ایک تمثیل کہی اور فرمایا''ایک دولتمند تھا جو ارغوانی اور مہین کپڑے پہنتا اور ہر روز خوشی مناتا اور ہر روز شان وشوکت سے رہتا تھا اور لعزر نام ایک غریب ناسوروں سے بھرا ہوا اُس کے دروازے پر ڈالا گیا۔اُسے آرزو تھی کہ دولتمند کی میز کے جھوٹے سے اپنا پیٹ بھرے۔بلکہ کتے بھی آکر اُس کے ناسور چاٹتے تھے۔اور ایسا ہوا کہ وہ غریب مر گیا۔اور فرشتوں نے اُسے لے جا کر حضرت ابراہیم کی گود میں رکھ دیا۔اور دولتمند بھی مؤا۔اور دفن ہوا اُس نے عالم ارواح کے درمیان عذاب میں مبتلا ہو کر اپنی آنکھیں اُٹھا لیں اور حضرت ابراہیم کو دُور سے دیکھا اور اُن کی گود میں لعزر کو۔اور اُس نے پکار کر کہا حضور مجھ پر رحم کر کے لعزر کو بھیج دیں کہ اپنی اُنگلی کا سرا پانی میں بھگو کر میری زبان تر کرے۔کیونکہ میں اس آگ میں تڑپتا ہوں۔حضرت ابراہیم نے کہا بیٹا یاد کر کہ تو اپنی زندگی میں اچھی چیزیں لے چکا اور اُسی طرح لعزر بُری چیزیں لیکن اب وہ یہاں تسلی پاتا ہے۔تو تڑپتا ہے۔(انجیل

Marfat.com

شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۶ آیت: ۱۹۔۲۵)

سیدنا عیسیٰ نے اُن اشخاص کو جو زر سے محبت رکھتے تھے۔ ہمیشہ ملامت کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت یا ایک سے ملا رہے گا۔ اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم پروردگار اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۲۴) سیدنا عیسیٰ نے ایک طامع نوجوان کو فرمایا ''خبردار اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو کیونکہ کسی کی زندگی اُس کے مال کی کثرت پر موقوف نہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۲ آیت ۱۵) ہماری زندگی کی مبارک حالی دولت وسیم وزر پر نہیں بلکہ صرف ہماری روحانی قوت اور استعداد پر ہی موقوف ہے آپ نے ایک تمثیل کے ذریعہ دولت کی بے مائیگی کو لوگوں پر واضح کیا اور فرمایا کسی دولتمند کی زمین میں بڑی فصل ہوئی۔ پس وہ اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگا۔ کہ میں کیا کروں کہ میرے ہاں جگہ نہیں جہاں اپنی پیداوار بھر رکھوں اس نے اپنے جی میں کہا میں اپنی کوٹھیاں ڈھا کر اُن سے بڑی بناؤنگا۔ اور اُن میں اپنا سارا اناج اور مال بھر رکھوں گا اور اپنی جان سے کہونگا اے جان تیرے پاس بہت برسوں کے لئے بہت سامان جمع ہے۔ چین کر۔ کھاپی خوش رہ۔ مگر پروردگار نے اُس سے کہا اے نادان اسی رات تیری جان تجھ سے طلب کر لی جائیگی۔ پس تو نے تیار کیا ہے وہ کس کا ہوگا۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو اپنے لئے خزانہ جمع کرتا ہے۔ اور پروردگار کے نزدیک دولتمند نہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۲ آیت ۱۶۔۲۱)

دُنیا کی نظر میں وہ اشخاص جن کے پاس دولت ہے اور آسودہ مرفع حال اور ہر دلعزیز ہیں مبارک شمار کئے جاتے ہیں۔ مفلس، غریب اور غمزدہ لوگ بدقسمت سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن سیدنا عیسیٰ نے مفلس تنگدست اور مصیبت زدہ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا ''مبارک ہو تم جو غریب ہو کیونکہ دین الٰہی تمہارا ہے۔ مبارک ہو تم جو اب بھوکے ہو کیونکہ آسودہ ہو گے۔ مبارک ہو تم جو اب روتے ہو کیونکہ ہنسو گے افسوس تم پر جو دولتمند ہو کیونکہ تم اپنی تسلی پا چکے۔ افسوس تم پر جو اب سیر ہو۔ کیونکہ بھوکے ہو گے۔ افسوس تم پر جو اب ہنستے ہو۔ کیونکہ ماتم کرو گے۔ اور رو ؤ گے'' (انجیل شریف راوی

Marfat.com

حضرت لوقا رکوع ۶ آیت ۲۱-۲۵)

ایک دفعہ ایک شخص سیدنا عیسیٰ کے پاس آیا۔ اور پوچھا۔ کہ میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ آپ کی مردم شناس نگاہ نے تاڑ لیا کہ وہ دولت کا عاشق ہے۔ فرمایا ''ایک بات کی تجھ میں کمی ہے۔ جو کچھ تیرا ہے بیچ کر غریبوں کو دے دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔ اور آ کر میرے پیچھے ہو لے'' (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۲۱) وہ جوان یہ جواب سن کر غمگین ہو کے چلا گیا۔ کیونکہ بڑا مالدار تھا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۹ آیت ۲۲) اس پر سیدنا عیسیٰ نے حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''بچو! جو لوگ دولت پر بھروسہ رکھتے ہیں اُن کے لئے پروردگار کے دین میں داخل ہونا کیا ہی مشکل ہے۔ اُونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند پروردگار کے دین میں داخل ہو'' (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۲۴-۲۵) سیدنا عیسیٰ کی نگاہ میں طمع گناہ کبیرہ سے کسی صورت میں بھی کم نہ تھا۔ چنانچہ آپکے ایک صحابی بھی فرماتے ہیں کہ لالچ بت پرستی کے برابر ہے۔ (انجیل شریف خطِ کلسیوں رکوع ۳ آیت ۵) آپ کی تعلیم کے مطابق دولت قبضے میں رکھنے کی شے نہیں ہے وہ ایک امانت ہے جس پر پروردگار نے ہم کو مختار کیا ہے لیکن دُنیا کے دولتمند اس حقیقت کو ناپسند کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ مالدار سیدنا عیسیٰ اور آپ کے حواریوں اور پیرووں کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۶ آیت ۱۴) جب آپ نے دیکھا کہ زر دوست آپ کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ''کہ جو چیز آدمیوں کی نظر میں عالی قدر ہے وہ پروردگار کے نزدیک مکروہ ہے'' (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۶ آیت ۱۵) دُنیا کی نگاہ میں دولت اور حشمت عالی قدر باتیں ہیں۔ لیکن ''وہ پروردگار کے نزدیک مکروہ ہیں''۔

سیدنا عیسیٰ نے مفلس لوگوں کا افلاس دُور کرنے کی خاطر کوئی لمبا چوڑا لائحہ عمل مرتب نہیں کیا۔ بلکہ محبت کے اُصول کو اعلیٰ ترین نصب العین قرار دیکر ہر قسم کے لائحہ عمل کو اس کے ماتحت کر دیا۔ اگر ہم اپنے ابنائے جنس سے محبت کریں گے تو افلاس و غربت کا خود بخود قلع قمع

Marfat.com

ہوجائیگا پس سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کا خصوصی اور امتیازی نشان پروردگار کی ابوت ومحبت اور انسانی اخوت ومساوات ہے آپ نے الٰہی ابوت کی تعلیم دیکر اخوت انسانی کا سبق تمام دُنیا کو سکھادیا۔ چنانچہ مورخ لیکی کہتا ہے ''حضرت عیسیٰ نے انسانی فرائض اور انسانی تعلقات میں ایک نئی روح پھونک دی۔ حریت اور مساوات کی سرور انگیز صداؤں نے فضائے عالم میں ایک دلپذیر تبدیلی پیدا کر دی اُس نے انسانی اخوت ومساوات کا ایک نیا تخیل پیش کیا۔ جس نے ذات پات اور درجہ بندی کی تعریف کومٹا دیا۔(Lecky,Op.Cit.vol.2.p.47)

پس سیدنا عیسیٰ کی تعلیم دُنیا کے لئے امن وعافیت ۔ محبت ورحمت۔ اخوت و مساوات۔ حریت انصاف کا پیغام بن کر آئی ہے۔

(۲)

خیرات:

انسانی اخوت کا عملی پہلو خیرات اور سخاوت ہے۔ سیدنا عیسیٰ نے محبت کی تعلیم پرزور دیکر امیر غریب کے فرق کا ڈنگ نکال دیا۔ اہل یونان کے نزدیک غریب' مفلس' بیمار اور مصیبت زدہ کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ حکیم سقراط نے کبھی کسی سے غربت وافلاس کی نسبت سوال نہ کیا افلاطون کی نظر میں تمام بیمار اور کمزور اور عمر رسیدہ اشخاص قابل نفرت تھے جن کا زندہ رہنا ملک کے حق میں مفید نہ تھا۔(Plato Republic.) ارسطو اپنی کتاب میں جہاں نیکیوں کی فہرست دیتا ہے وہاں رحم' سخاوت یا خیرات کا ذکر تک نہیں کرتا۔ سیدنا عیسیٰ اس دُنیا میں پہلے معلم تھے جنہوں نے اخوت انسانی کے اس عملی پہلو پر اس قدر زور دیا کہ آپ نے اس کے بغیر دین الٰہی میں داخل ہونا غیر ممکن قرار دے دیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کے عدالت کے روز جب سب اقوام عالم کا حساب لیا جائیگا تو میں دہنی طرف والوں سے کہونگا کہ آؤ میرے پروردگار کہ مبارک لوگو جو اجر بنائے عالم کے وقت سے تمہارے لئے تیار کیا گیا ہے اُسے میراث میں لو۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا۔ میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا۔ میں پردیسی تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں

Marfat.com

اُتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا پہنایا۔ بیمار تھا تم نے میری خبر لی۔ قید میں تھا تم میرے پاس آئے۔ تب ایماندار جواب میں مجھ سے کہیں گے۔ اے مولا! ہم نے آپ کو بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا یا پیاسا دیکھ کر پانی پلایا؟ ہم نے کب آپ کو پردیسی دیکھ کر گھر میں اُتارا یا ننگا دیکھ کر کپڑا پہنائے؟ ہم کب آپ کو بیمار یا قید میں دیکھ آپ کے پاس آئے؟ میں جواب میں اُن سے کہے گا۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ چونکہ تم نے میرے ان سب چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کیا۔ اس لئے میرے ہی ساتھ کیا پھر میں بائیں طرف والوں سے کہونگا اے ملعونو! میرے سامنے سے اُس ہمیشہ کی آگ مین چلے جاوَ۔ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کیلئے تیار کی گئی ہے کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہ پلایا۔ پردیسی تھا تم نے مجھے گھر میں نہ اُتارا۔ ننگا تھا تم نے مجھے کپڑا نہ پہنایا۔ بیمار اور قید میں تھا تم نے میری خبر نہ لی۔ تب وہ جواب میں کہیں گے اے مولا! ہم نے آپ کو بھوکا یا پیاسا پردیسی یا ننگا یا بیمار یا قید میں دیکھ کر آپ کی خدمت نہ کی؟ اُس وقت میں اُن سے جواب میں کہونگا میں تم سے سچ کہتا ہوں چونکہ تم نے ان سب سے چھوٹوں میں کسی ایک کے ساتھ یہ نہ کیا۔ اس لئے میرے ساتھ نہ کیا۔ اور یہ ہمیشہ کی سزا پائیں گے۔ مگر ایماندار ہمیشہ کی زندگی۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۵ آیت ۳۴۔۴۶)۔

دُنیائے مذہب میں یہ ایک نیا اُصول تھا جو سیدنا عیسیٰ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے میرے ان سب چھوٹے بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ یہ کیا اس لئے میرے ہی ساتھ کیا۔ کسی جماعت کی کامیابی کا راز اس کی مشاہیر پرستی میں مضمر ہے۔ ان الفاظ سے وہ جوش عقیدت و محبت عیاں ہے۔ جو حواری سیدنا عیسیٰ کے لئے رکھتے تھے۔ یہ اُس جذبہ کو ظاہر کرتے ہیں جو اُستاد اور شاگرد۔ آقا اور خادم سیدنا عیسیٰ اور آپکے پیروؤں میں تھا۔ فلاسفہ کے فلسفہ میں محرکات کا فقدان تھا۔ سیدنا عیسیٰ نے بہترین محرکات اور مرغبات مہیا کر دیئے۔ آپ نے فرمایا "تم کو فلاں کام مشکل معلوم ہوتا ہے لیکن میری خاطر اس کو کرو۔ ایثار نفسی تم کو بھلی معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اس کو میری خاطر کرو گے تو گرانبار معلوم نہ ہوگی۔ غریبوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت کرنا تم کو

Marfat.com

آسان معلوم نہیں دیتا۔ لیکن اگر میری خاطر تم مصیبت زدوں اور غریبوں کی امداد کرو گے تو تم کو خوشی حاصل ہوگی۔ مورخ لیکی کہتا ہے "درحقیقت سیدنا عیسٰی کی تعلیم کے اخلاق کے چشمہ کا منبع سیدنا عیسٰی کی محبت رہی ہے۔ پس جو لوگ ایک مرتبہ سیدنا عیسٰی کے عشق و محبت میں سرشار ہو جاتے ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں انتہائی خلوص و ذوق سے کرتے ہیں جس میں نہ خوف کی آمیزش ہوتی ہے اور نہ صلہ تحسین کی (Lecky,Op.Cit..vol.2.p.5) یہودی فاضل ڈاکٹر مانٹی فیوری بھی کہتا ہے۔ یہ ایک نئی ترغیب تھی۔ جس نے دُنیا کی تاریخ پر بے حد اثر کیا ہے۔ سیدنا عیسٰی نے بے اختیار جذبہ کی ایک ایسی چنگاری جلادی جس نے اُس کی وفات کے بعد جذبات کو ایسا مشتعل کردیا۔ کہ اُس کی حین حیات میں بھی کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ الفاظ "مسیح کی خاطر" نے ہزاروں اشخاص کی زندگیوں کو نیکی کی جانب راغب کردیا ہے اور ہزاروں شہیدوں کی موت کے وقت یہی الفاظ ان کے حرز جان رہے ہیں۔ (Montefiore, Religious Teachigns of Jesus.p.133) درحقیقت یہ الفاظ صفحہ گیتی پر خون کے حروف میں لکھے ہوئے موجود ہیں۔ اور آج بھی مسیحی جماعت کے افراد لاکھ گئے گزرے، بودے ہوں، پست ہمت ہوں لیکن اپنے آقا و مولا کے نام پر اور اُس ذات قدسی صفات کی خاطر مفلسوں ناداروں، فلاکت زدوں، مصیبت کے ماروں پر اپنی دولت ہی نہیں بلکہ نقد جان تک لٹا دینے کے لئے تیار ہیں۔ مورخ لیکی کہتا ہے۔ کہ دُنیا میں سب سے اوّل بار سیدنا عیسٰی نے یہ بتایا کہ سخاوت انسان کے فرائض اخلاق میں داخل ہے اور تمام معلمین مسیحیت نے یہ اختیار کیا۔ کہ خود مسیح کو فقر و مسکنت کا مجسمہ قرار دے دیا۔ اور اس لئے جو لوگ فقراء اور مساکین کی امداد کرتے تھے وہ گویا خود حضرت عیسٰی کی خدمت کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخاوت و فیاضی مسیحیت کا جزو غیر منفک بن گئی جس سے مسیحی کسی وقت اور کسی حال میں بھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ (Lecky Op.Cit.vol.2.pp.51-56)

یہودی علمائے کرام اپنی صحف مقدسہ کے احکام کے بموجب (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت یسعیاہ رکوع ۵۸ آیت ۷ وغیرہ) خیرات تو کرتے تھے۔ لیکن وہ خیرات کے صحیح مفہوم سے ناواقف تھے۔ نہ اُن کے انبیاء نے اُن محرکات و مرغبات کی تعلیم دی تھی جو سیدنا عیسٰی نے مہیا

Marfat.com

کئے۔ علاوہ ازیں وہ محض لوگوں کو دکھلانے کی خاطر سخاوت کرتے تھے۔ تاکہ لوگ اُن کی بڑائی کریں۔ اور اُن کی تعریف میں قصیدے پڑھیں۔ لیکن سیدنا عیسٰی فرمایا۔ جب تو خیرات کرے اپنے آگے نرسنگا نہ بجوا جیسے کہ ریا کار بیت اللہ اور کوچوں میں کرتے ہیں۔ تاکہ لوگ اُن کی بڑائی کریں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پاچکے بلکہ جب تو خیرات کرے تو جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے اُسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے اس صورت میں تیرا پروردگار جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دے گا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۲۔۴) خیرات کا تعلق دلی جذبات کے ساتھ ہے۔ پس لازم ہے کہ ہم ازراہ رحم وترس ومحبت، خیرات اور سخاوت کریں نہ کہ خود بینی، خودنمائی اور خودستائی کی خاطر لوگوں کی مدد کریں خدا ہمارے خیالات اور جذبات کو دیکھتا ہے۔ وہ ہمارے ''دلوں اور گردوں کا جانچنے والا'' ہے۔ اور ہمارے اصلی اور حقیقی مقاصد واغراض سے آگاہ ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کتنے آدمیوں کے واسطے سخاوت کی گئی ہے۔ یا کتنی رقم دی گئی ہے۔ مگر اُس کی نگاہ ہمارے دل کے جذبات پر لگی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ سیدنا عیسٰی بیت اللہ کے خزانے کے سامنے تشریف رکھتے تھے۔ اور دیکھ رہے تھے کہ لوگ بیت اللہ کے خزانہ میں پیسے کس طرح ڈالتے ہیں اور بہترے دولتمند بہت کچھ ڈال رہے تھے۔ اتنے میں ایک کنگال بیوہ نے آکر دو دمڑیاں یعنے ایک دھیلا ڈالا۔ سیدنا عیسٰی نے اپنے حواریوں کو پاس بلا کر اُن سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو بیت اللہ کے خزانے میں ڈال رہے ہیں اس کنگال بیوہ نے سب سے زیادہ ڈالا۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۲ آیت ۴۱۔۴۳) حالانکہ اس بیوہ نے صرف ایک پائی دی تھی جو دنیا کی نظر میں کچھ قدر نہیں رکھتی۔ یہودی علمائے کرام کا حکم تھا کہ کوئی شخص ایسی چھوٹی رقم خیرات نہ کیا کرے۔ (St.Mark Century Bible Revised ed. p.345) لیکن سیدنا عیسٰی کی نظر میں وہ بڑی سے بڑی رقم سے بھی زیادہ گرانقدر تھی۔ خدا اس بات کو نہیں دیکھتا کہ کون سخاوت کرتا ہے یا کیا دیتا ہے۔ یا کتنی رقم دیتا ہے بلکہ خدا اس بات کو دیکھتا ہے کہ کس جذبہ اور مقصد سے خیرات کی گئی ہے اور کتنی ایثار نفسی سے کام لیا گیا ہے۔

Marfat.com

(۳)

محصول لینے والے اور گنہگار:

اہل یہود میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جن سے فریسیوں نے ترک موالات اختیار کررکھی تھی۔ اور جن کو وہ بنظر حقارت دیکھتے تھے یہ جماعت ''محصول لینے والے گنہگاروں '' کی تھی۔ ہیرودیس اور رومیوں کے زمانہ حکومت میں اہل یہود محصول کے بوجھ کے مارے چیخ پکار کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ حکمران محصول کی چوکیاں ٹھیکے پر دے دیتے تھے۔ اور ٹھیکہ دار جو محصول چاہتے لوگوں سے وصول کرلیتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ تمام محصول لینے والے نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور اُن کے ہم وطن اُن کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے تھے۔

''محصول لینے والوں'' کی جماعت کے علاوہ ایک اور جماعت تھی جس سے فریسی دامن کش رہتے تھے یہ محصول لینے والوں کی طرح'' اچھوت ذات'' خیال کی جاتی تھی (Disinherited Masses.Expression used by Bacon in his Beginning of Gospels Story.(1909)۔ یہ جماعت گنہگاروں کی جماعت کہلاتی تھی اور اس میں وہ تمام لوگ شریک تھے جن کو ان نام نہاد ایماندار فریسیوں نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اپنی قوم اور برادری سے خارج کررکھا تھا۔ فریسیوں کا چھاج اُن کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کیا کرتے تھے لیکن جس شے کو وہ بھوسی سمجھتے تھے وہ سیدنا عیسیٰ کی نظر میں گرانقدر تھی اور جس کو وہ گیہوں خیال کرتے تھے وہ آپ کی مردم شناس نظر میں بھوسی سے بھی کم مایہ تھی۔ فریسی اُن اشخاص کو جو علانیہ گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتے تھے اور قوم کے''معزز'' رکن خیال کئے جاتے تھے۔ اُن کے گناہوں وجہ سے ملامت تک نہیں کرتے تھے لیکن سیدنا عیسیٰ نے علانیہ اور خفیہ گناہوں کی تمیز کو مٹا دیا۔ آپ نے اُن پر اس ہمالیہ سے بھی بڑی غلطی کو ظاہر فرمایا۔ اور یہ تعلیم دی کہ دولت کی محبت۔ خودغرضی۔ خود پرستی۔ خودنمائی۔ غرور۔ تمکنت اور عیب جوئی جیسے ''معزز'' گناہ خدا کی نظر میں بت پرستی۔ زنا اور قتل وغیرہ کے برابر ہیں۔ بلکہ آپ کے

Marfat.com

خیال میں مقدم الذکر گناہ ''کبیرہ'' گناہوں سے بھی زیادہ سنگین تھے کیونکہ اُنکے ارتکاب کرنے والوں کو احساس گناہ نہ تھا۔ لہذا وہ اُن سے توبہ بھی نہیں کرتے تھے۔ اسی واسطے آپ نے فرمایا کہ ''محصول لینے والے اور کسبیاں'' (جو کبیرہ گناہوں کی مرتکب ہو کر توبہ کرتی ہیں) فریسیوں اور اماموں کی جماعت سے (جن کو اپنے گناہوں کا احساس بوجہ ضمیر کی مردگی کے نہیں رہا) ''پہلے پروردگار کے دین میں داخل ہونگی'' (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۱ آیت ۳۱)۔

دوڑز اہد کہ قیامت میں قیامت آئی

داخل خلد گنہگار ہوئے جاتے ہیں

فریسی ایک دوسرے کو ''معزز'' خیال کرتے تھے لیکن وہ عزت جو خدائے واحد سے ہوتی ہے نہیں چاہتے تھے۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۵ آیت ۴۴)

فریسیوں کا یہ خیال تھا کہ پروردگار محاسب ہے جو احکام صادر کرنے کے بعد نیک و بداعمال کے حساب میں مشغول رہتا ہے پس شرعی احکام ہے شرعی احکام کی ظاہری تابعداری اور نیکی دونوں مترادف باتیں سمجھی جاتی تھیں۔ لہٰذا جو شخص شریعت کو جانتا اور اُس پر عمل کرتا ہے وہ نیک ہے اور جو شریعت سے ناواقف ہے اور اُس پر عمل نہیں کرتا بدکار ہے۔ (Montefiore,Hibbert Lectures.p.479) پس فریسیوں نے نیکی اور اخلاق کو صرف ظاہری افعال تک محدود کر رکھا تھا۔ اُنکا خیال تھا کہ چونکہ وہ الٰہی احکام کو نہیں توڑتے لہٰذا وہ راست باز ہیں پس وہ اس راست بازی پر نازاں رہتے اور ''ناراستوں'' کو بنظر حقارت دیکھتے تھے۔ سیدنا عیسیٰ نے ایسی تعلیم کے خلاف اپنے حواریوں کو خبردار کیا اور فرمایا میں تم سے کہتا ہوں اگر تمہاری ایمانداری فقہیوں اور فریسیوں کی ایمانداری سے زیادہ نہ ہوگی تو تم پروردگار کے دین میں ہرگز داخل نہ ہوگے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۲۰) آپ نے یہ تعلیم دی کہ پرہیزگاری مختلف احکام کی تعمیل کا نام نہیں ہے۔ اور نہ گناہ فلاں فلاں حکم توڑنے کا نام ہے بلکہ انسان کسی خاص حکم کو توڑے بغیر بھی گنہگار ہو سکتا ہے کیونکہ ایمانداری ظاہری افعال پر ہی مشتمل نہیں بلکہ انسان کی باطنی حالت پر موقوف آپ نے ایک تمثیل کے ذریعہ اس حقیقت کو واضح کیا۔

Marfat.com

اور فرمایا کہ دو شخص بیت اللہ میں دُعا مانگنے گئے ایک فریسی دوسرا محصول لینے والا۔ فریسی کھڑا ہو کر اپنے جی میں یوں دُعا مانگنے لگا۔ کہ اے پروردگار میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ باقی آدمیوں کی طرح ظالم بے انصاف زنا کار یا اس محصول لینے والے کی مانند نہیں ہوں۔ میں ہفتے میں دوبار روزہ رکھتا اور اپنی ساری آمدنی پر زکواۃ دیتا ہوں لیکن محصول لینے والے نے دُور کھڑے ہو کر اتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائے بلکہ چھاتی پیٹ پیٹ کر کہا اے پروردگار مجھ گنہگار پر رحم کر۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ شخص دوسرے کی نسبت مومن ٹھہر کر اپنے گھر گیا (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۸ آیت ۱۰۔۱۴) فریسی اپنے اعمال پر نازاں تھا اور ظاہری افعال کی وجہ سے اپنے آپ کو متقی اور پرہیزگار خیال کرتا تھا لیکن اس کا دل اس میں راست نہیں تھا (صحائف انبیاء صحیفہ حضرت حبقوق رکوع 2 آیت :4) لیکن محصول لینے والا بارگاہِ ایزدی سے اپنے گناہوں کی مغفرت حاصل کر کے راستباز ٹھہرا۔

بعض یہودی مصنفین لکھتے ہیں کہ فریسی کئی قسم کے تھے۔

(۱) وہ جو اپنے کندھوں پر اپنے نیک اعمال کی فہرست لٹکا کر باہر جایا کرتے تھے۔

(۲) وہ جو کہتے تھے ہماری نیکیاں ہمارے گناہوں سے شمار میں بہت زیادہ ہیں۔

(۳) وہ جو کہتے تھے کہ کاش ہم جانتے کہ ہم نے کوئی گناہ کیا ہے تا کہ اپنے نیک اعمال سے اُس کے داغ کو مٹا ڈالتے! چنانچہ یہودی عالم فریڈ لینڈر سیدنا عیسیٰ کے ہم عصر یہود کی نسبت فتویٰ دیتا ہے کہ نہ صرف صدوقی بلکہ فریسی بھی کامل طور پر دُنیا دار بن گئے تھے اور بدترین مادیت اور ریاکاری کی زندگی بسر کرتے تھے۔۔۔ اُس صدی کی بدترین کیڑے کا نام ''فریسی'' تھا وہ دُنیا کو تباہ کرنے والے تھے Moritz Friedlander,quoted by Anderson Scott in New Testament Ethics.p.42) جس جماعت کے شرکاء کی ذہنیت اس درجہ تک گر چکی ہو اس سے کس طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ گنہگاروں کو ترس اور محبت کی نگاہ سے دیکھیں گے؟ فریسی اپنے ظاہری افعال کے سبب اپنے آپ کو راستباز اور محصول لینے والوں اور گنہگاروں کو ملعون اور جہنم کے وارث خیال کرتے تھے۔ لیکن سیدنا عیسیٰ ان گنہگاروں اور محصول لینے والوں کے پاس

Marfat.com

جاتے اُن کو خدا کی محبت وابوت کا پیغام سناتے اور اُن کے ساتھ اختلاط اور محبت کا رابطہ قائم کرتے تھے اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارے محصول لینے والے اور گنہگار آپ کے پاس آتے تھے تاکہ آپ کی باتیں سنیں (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۵ آیت ۱) فریسی یہ دیکھ کر بڑبڑاتے تھے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۵ آیت ۳۰) سیدنا عیسیٰ کے خلاف اُن کو ہمیشہ یہی شکایت رہی اور وہ آپ کو طعنہ دیکر کہتے تھے یہ شخص محصول لینے والوں اور گنہگاروں کا یار ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۱ آیت ۱۹) لیکن آپ کو اس بات کی پروانہ تھی آپ اس خارج شدہ جماعت کے شرکاء کے ساتھ آزادانہ ملتے اُن کے ساتھ کھاتے پیتے اُن کے گھروں میں جاتے اور اُن کو اپنے گھر بلاتے ہیں (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۹ آیت ۷ اور انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۲ آیت ۱۴ اور انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۹ آیت ۱۰۔۱۳ وغیرہ) چنانچہ ایک دفعہ جب آپ کھانا کھا رہے تھے تو بہت سے محصول لینے والے اور گنہگار آپ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے فریسی اور اُن کے فقیہ آپ کے حواریوں سے یہ کہہ کر بڑبڑانے لگے کہ تم کیوں محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتے پیتے ہو۔ سیدنا عیسیٰ نے جواب میں اُن سے کہا تندرستوں کو حکیم درکار نہیں ۔ بلکہ بیماروں کو۔ میں ایمانداروں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو توبہ کے لئے بلانے آیا ہوں۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۵ آیت ۳۰۔۳۲) سیدنا عیسیٰ نے اسی پر اکتفانہ کی بلکہ اس خارج شدہ جماعت میں سے ایک حواری حضرت متی کو منتخب بھی کیا۔ جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا تھا اس انتخاب سے یہودی اماموں اور فریسیوں کو ضرور ٹھوکر لگی ہوگی اور ظاہر طور پر آپ کی تبلیغ کو ضرور صدمہ پہنچا ہوگا لیکن آپ نے اس بات کی رتی بھر پروانہ کی آپ نے فریسیوں کی حماقت آمیز روش کے خلاف احتجاج کیا۔ اور اُن پر یہ صداقت ظاہر فرمائی کہ بارگاہ الٰہی میں تائب گنہگار کی ایسے شخص سے زیادہ قدر ہے۔ جو اپنے آپ کو ایماندار خیال کرتا ہے۔

گنہگار اندیشہ ناک از خدا

بہ از پارسائے عبادت نما

Marfat.com

چنانچہ ایک دفعہ سیدنا عیسٰی کسی فریسی شمعون کے گھر کھانا کھارہے تھے۔ایک بدچلن عورت جو اُس شہر کی تھی یہ جان کر کہ آپ فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگ مرمر کی عطر دانی میں عطر لائی اور آپ کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر آپ کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سر کے بالوں سے پونچھے۔ پاؤں بہت چومے اور اُن پر عطر ڈالا اُس کی دعوت کرنے والا فریسی یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہنے لگا اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اُسے چھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے کیونکہ بدچلن ہے۔بعینہ یہ خیال آنجہانی مرزا صاحب قادیانی نے اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں صفحہ 6 پر دہرایا ہے۔سیدنا عیسٰی نے جو جواب فریسی کو دیا وہ مرزا صاحب اور اُس کے قادیانی مریدوں کے لئے ہے۔آپ نے جواب میں فرمایا۔ کسی ساہوکار کے دو قرضدار تھے ایک پانسو دینار کا دوسرا پچاس کا۔ جب اُن کے پاس ادا کرنے کو کچھ نہ رہا تو اُس نے دونوں کو بخش دیا۔پس اُن میں سے کون اُس سے زیادہ محبت رکھے گا؟ شمعون نے جواب میں کہا۔میری دانست میں وہ جسے اُس نے زیادہ بخشا۔آپ نے اُس سے فرمایا تم تو نے ٹھیک فیصلہ کیا۔اور اُس عورت کی طرف پھر کر آپ نے شمعون سے کہا کیا تو اس عورت دیکھتا ہے؟ میں تیرے گھر میں آیا تو نے میرے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا۔مگر اُس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے بھگودیئے اور اپنے بالوں سے پونچھے۔تو نے مجھ کو بوسہ نہ دیا مگر اُس نے جب سے میں آیا ہوں میرے پاؤں کو چومنا نہ چھوڑا۔تو نے میرے سر میں تیل نہ ڈالا مگر اُس نے میرے پاؤں پر عطر ڈالا ہے اسی لئے میں تجھ سے کہتا ہوں کہ اس کے گناہ جو بہت تھے معاف ہوئے کیونکہ اُس نے بہت محبت کی اور اُس عورت سے کہا تیرے گناہ معاف ہوئے تیرے ایمان نے تجھے بچالیا۔ سلامت چلی جا۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۷ آیت ۳۷۔۵۰)۔

لنگر حلم تو اے کشتی توفیق کجاست
که دریں بحر کرم غرق گناه آمده ایم

سیدنا عیسٰی نے اہل یہود کو فرمایا کہ ننانوے ایمانداروں کی نسبت جو توبہ کی حاجت

نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان پر زیادہ خوشی ہوتی ہے۔(انجیل شریف راوی حضرت لوقار کوع ۱۵ آیت ۷) سیدنا عیسٰی کا یہ معمول تھا کہ ایسے لوگوں سے جو توبہ کی حاجت رکھتے تھے ضرور رابطہ محبت پیدا کرتے تاکہ پروردگار کی ازلی محبت ان پر ظاہر کریں چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ یریحو میں داخل ہو کر جارہے تھے اور زکائی نام ایک آدمی تھا جو محصول لینے والوں کا سردار اور دولتمند تھا۔ وہ آپ کو دیکھنے کی کوشش کرتا تھا کہ کون سا ہے۔ لیکن بھیڑ کی سبب دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے کہ اُسکا قد چھوٹا تھا۔ پس اُسے دیکھنے کے لئے آگے دوڑ کر ایک گولر کے پیڑ چڑھ گیا۔ کیونکہ آپ اسی راہ سے جانے کو تھے۔ جب سیدنا عیسٰی اس جگہ پہنچے تو اُوپر نگاہ کر کے اُس سے کہا اے زکائی جلد اُتر آ کیونکہ آج مجھے تیرے گھر رہنا ضرور ہے وہ جلد اُتر کے اُن کو خوشی سے اپنے گھر لے گیا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو سب بڑبڑا کر کہنے لگے کہ وہ تو ایک گنہگار شخص کے ہاں جا اُترا اور زکائی نے کھڑے ہو کر سیدنا عیسٰی سے کہا۔ اے مولا دیکھ میں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہوں اور اگر کسی کا کچھ ناحق لے لیا ہے تو اُس کو چوگنا ادا کرتا ہوں۔ سیدنا عیسٰی نے اُس سے کہا کہ آج اس گھر میں نجات آئی ہے۔ کیونکہ ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈ ھنے اور نجات دینے آیا ہے۔(انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۹ آیت ۱۔۱۰)۔

سیدنا عیسٰی کی خدمت کا نصب العین یہی تھا کہ دُنیا کے گم گشتہ لوگوں کو پھر اللہ تبارک تعالٰی کے پاس لائیں تاکہ پروردگار کا محبت بھرا ارادہ جو وہ کل بنی نوع انسان کے لئے رکھتا ہے اُن پر ظاہر کرے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۱ آیت ۲۵) پروردگار نہ صرف مومنوں کا پروردگار ہے جو اُس کے احکام بجالاتے ہیں بلکہ اُس کی محبت گنہگاروں اور بدکرداروں پر بھی حاوی ہے اور وہ سب کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

بے منت و بے سوال و بے استحقاق
دیتا ہ جو سب کو یا الٰہی تو ہے

سیدنا عیسٰی نے کسی شخص کو اُس کی گذشتہ بری زندگی کی وجہ سے پروردگار کے دین سے خارج نہ کیا اس بادشاہت کے دروازے جس طرح فریسیوں صدوقیوں اور راست بازوں

Marfat.com

کے لئے کھلے تھے۔ اُسی طرح محصول لینے والوں۔ گنہگاروں اور کسبیوں کے لئے کھلے تھے۔ سیدنا عیسیٰ کے راست باز پیرو جنہوں نے فریسی خیالات اور حلقوں میں پرورش پائی تھی اُن گنہگار اشخاص کے ساتھ جن سے وہ پہلے دامن کش رہتے تھے نہایت آزادانہ اور بے باک ہو کر ملتے اور اُن سے صحبت رکھتے تھے۔

سیدنا عیسیٰ کے اقوال وافعال نے یہ ثابت کردیا کہ ہے کہ پروردگار کی لازوال محبت گنہگاروں کی تلاش میں رہتی ہے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۵ آیت ۴۔۸) اور ہمارے پروردگار کے دل میں کامل محبت جوش زن رہتی ہے اور وہ گنہگاروں کو پھر اپنے سینہ کے ساتھ لگانے کا منتظر رہتا ہے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۵ آیت ۲۰) آپ نے فرمایا کہ پروردگارا تمام تائب گنہگاروں کو مرحبا کہتا ہے جو اُس کی لازوال محبت پر نظر کرکے اُسکی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ اسی ایک مقصد کی خاطر پروردگار انسانی زندگی میں کام کرتا ہے اور اُس کی محبت اسی مبارک انجام کا انتظار کرتی رہتی ہے (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۵ آیت ۷ سے ۲۰ سے ۳۲) سیدنا عیسیٰ کی خوشخبری کی یہ حقیقت بالکل نئ بات تھی چنانچہ یہودی عالم ڈاکٹر مانٹی فیوری کہتا ہے۔ یقیناً یہ ایک نئ بات ہے جس کی نظیر ہم کو نہ تو توریت شریف میں ملتی ہے اور نہ تالمود میں نظر آتی ہے۔ نہ تو انبیائے سابقین اور نہ زمانہ سلف کے یہودی امام اس حقیقت کو پہنچ سکے۔ ان تصانیف میں توبہ کی تعریف کی گئی ہے۔ لیکن ان میں گنہگار کی تلاش کا نام تک موجود نہیں ہے۔ (Montefiore, Synoptic Gospels.Vol.1p.1xxv111 86.vol 2 pp.574,985) پھر ایک جگہ یہی فاضل مصنف کہتا ہے کہ گنہگار کی تلاش کرکے ڈھونڈنا اور بدکرداروں سے ترک سولات کرنے کی بجائے میل جول پیدا کرنا اور اُن کی نجات کی خاطر اُن سے محبت پیار کرنا میرے خیال میں یہ باتیں ایسی تھیں جو بنی اسرائیل کی تاریخ میں بالکل نئ تھیں۔

Montefiore, Religious Teaching of Jesus.p.57 see also his Spirit of Judisam in Beginnings of Christianity.pt.1vol1p.79

Marfat.com

گنہگار سیدنا عیسیٰ کے پاس محض آپ کی تعلیم سے بہرہ اندوز ہونے کی خاطر نہیں آتے تھے۔ بلکہ وہ آپ کے پاس آتے تھے کیونکہ آپ اُن کو نہایت خندہ پیشانی سے قبول کر کے اُن کو پروردگار کے پاس لاتے تھے۔ فریسی گنہگاروں کے گناہوں کو تو پیش نظر رکھتے تھے لیکن گنہگاروں کی روحوں کو فراموش کر دیتے تھے۔ سیدنا عیسیٰ اُن کے گناہوں کو نظرانداز کر کے اُن کی بیش قیمت رُوحوں کی پروا کرتے تھے آپ کی خوشخبری محض الٰہی مغفرت کے اعلان پر ہی مشتمل نہیں تھی۔ بلکہ آپ عملی طور پر اس اعلان کو اُن کے سامنے پیش کر کے اُن کے بہتر جذبات کو اپیل کرتے اُن کی تلاش کر کے اور اُن کے ساتھ رفاقت اور میل جول رکھ کر اُن کو توبہ اور الٰہی مغفرت کی طرف راغب کرتے تھے۔ مرزا صاحب قادیانی کے مندرجہ بالا اعتراض کے جواب میں ہم یہودی فاضل ڈاکٹر مانٹی فیوری کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ یہ عالم کہتا ہے جس طرز سے اور جس سرگرمی سے سیدنا عیسیٰ نے نجات کا پیغام اُن لوگوں کو (یعنی گنہگاروں اور کسبیوں کو) پہنچایا وہ اسرائیل میں ایک نئی بات تھی۔ سیدنا عیسیٰ خود گناہ سے مبرا تھے لیکن اس وجہ سے آپ نے گوشہ نشینی اختیار نہ کی اور نہ گنہگاروں سے کنارہ کش رہے۔ ایک طرف آپ نے محصول لینے والوں اور کسبیوں سے میل جول رکھا اور دوسری طرف آپ نے کوڑھی۔ مجنوں اور آسیب زدہ لوگوں کو شفا بخشی جو اپنے گناہوں کی سزا لئے پھرتے تھے اگرچہ آپ ایک نبی تھے تاہم آپ کسبیوں سے دامن کش نہیں رہتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ اُن کے چھونے سے آپ کی پاکیزگی میں کسی قسم کا فرق نہیں آئیگا۔ کسبیوں کے ہاتھ لگانے سے اُس کے دل میں بُرے خیال پیدا نہیں ہوتے تھے وہ گنہگاروں کو ہمیشہ شفا بخشتا تھا۔ لیکن اُن کے گناہوں سے اُس کو سخت نفرت تھی۔ یہ لوگ اُس کے پاس بھاگے آتے تھے اور اُس کے پاس آ کر وہ اپنے گناہوں کی نجاست میں قائم نہیں رہتے تھے بلکہ اُس سے نجات پاتے تھے۔ اُس کے ہمعصر اُس کو از راہ طعن و تشنیع گنہگاروں کا یار کہتے تھے۔ لیکن درحقیقت اس سے زیادہ جلیل القدر خطاب سیدنا عیسیٰ کے لئے تجویز ہی نہیں کیا گیا۔ (Aristole, Nicomachean Ethics 4.3)

Marfat.com

(۴)

فروتنی اور ایثار نفسی:

سیدنا عیسٰی نے فرمایا کہ اس دنیا میں جہاں درجہ بندی کی قیود موجود ہیں ہر شخص بڑا ہونا اور بڑا کہلانا چاہتا ہے لیکن آسمان کی بادشاہت میں فروتن۔ حلیم اور مسکین لوگوں کی زیادہ قدر ہے سیدنا عیسٰی کے یہودی شاگرد جو ایک دُنیاوی سلطنت کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اس بات کے منتظر تھے کہ جب آسمان کی بادشاہت اس دُنیا پر قائم ہوگی تو اُنکا رتبہ بڑھے گا اور اُن کی عزت افزائی ہوگی۔ لیکن سیدنا عیسٰی نے اُن کو حلیمی اور انکساری کا سبق پڑھایا اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ جو اقوام عالم کے سردار سمجھے جاتے ہیں وہ اُن پر حکومت چلاتے اور اُنکے امیر اُن پر اختیار جتاتے ہیں لیکن تم میں ایسا نہ ہوگا بلکہ جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادم بنے اور جو تم میں اوّل ہونا چاہیے وہ سب کا غلام بنے (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۴۲۔۴۴) آپ کی زبان حقائق ترجمان نے یہ اُصول قائم کیا کہ جو تم میں بڑا ہے وہ تمہارا خادم بنے۔ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائیگا وہ چھوٹا کیا جائیگا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائیگا وہ بڑا کیا جائیگا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۲۳ آیت ۱۱۔۱۲) آپ نے خود اپنی زندہ مثال پیش کر کے فرمایا۔ مجھ سے سیکھو کیونکہ میں حلیم اور دل کا فروتن ہوں اور تمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہوں ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ خدمت کرے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۱ آیت ۲۹) (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۲۲ آیت ۲۷) (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت: ۴۵)۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

چنانچہ اپنی زندگی کی آخری رات کھانے سے پہلے آپ نے اس عظیم الشان اُصول کا عملی نمونہ اپنے شاگردوں کو دیا۔ آپ نے دسترخوان سے اُٹھ کر کپڑے اُتارے اور رومال لے کر اپنی کمر میں باندھا۔ اس کے بعد برتن میں پانی ڈال کر شاگردوں کے پاؤں دھوئے اور جو

Marfat.com

رومال کمر میں بندھا تھا اس سے پونچھنے شروع کیے۔ جب وہ اُن کے پاؤں دھو چکا اور اپنے کپڑے پہن کر پھر بیٹھ گیا تو اُن سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ تم مجھے اُستاد اور مولا کہتے ہو اور خوب کہتے ہو کیونکہ میں ہوں۔ پس جب مجھ مولا اور اُستاد نے تمہارے پاؤں دھوئے تو تم پر بھی فرض ہے کہ ایک دوسرے کے پاؤں دھویا کرو کیونکہ میں نے تم کو ایک نمونہ دکھایا ہے کہ جیسا میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے تم بھی کیا کرو (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۳ آیت ۴۔۱۵)

سیدنا عیسیٰ نے شاگردوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ جو فروتن ہیں درحقیقت مبارک ہیں (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع 5: آیت 5) یہ تعلیم دُنیائے اخلاق میں بالکل نئی تھی۔ ارسطو کہتا ہے کہ بہترین انسان وہ ہے جو اپنی نیکی اور راستبازی سے آگاہ ہو کر دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے وہ اپنے سے اعلیٰ آدمیوں کی طرف متکبرانہ انداز سے دیکھتا ہے اور اپنے سے ادنیٰ لوگوں کو بندہ نوازی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ (Montefiore, Religious Teachings of Jesus.p.107) لیکن سیدنا عیسیٰ کی تعلیم اس کے بالکل برعکس ہے۔ جو شخص اپنے پڑوسی سے اپنی مانند پیار کرتا ہے وہ نہ کسی سے تکبر کے ساتھ پیش آتا ہے اور نہ کسی کی تحقیر کرتا ہے بلکہ وہ دوسرں کی خوبیوں کی قدر کرتا ہے اور اُن کی تقصیروں کی وجہ سے اُن کی تحقیر نہیں کرتا بلکہ اُن پر ترس کھاتا ہے اور خود فروتن حلیم اور منکسر المزاج ہو جاتا ہے حقیقی محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے۔ سیدنا عیسیٰ کی تعلیم کے مطابق فروتنی درحقیقت خود فراموشی ہے حلیم شخص دوسروں کی خدمت میں اپنا وجود بھول جاتا ہے وہ جو حلیم اور دل کا فروتن تھا (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۱ آیت ۲۹) اُس نے اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا۔ اور انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے آپ کو پست کر دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی (انجیل شریف خطِ فلپیوں رکوع ۲ آیت ۸)۔

سیدنا عیسیٰ نے خود کامل نمونہ پیش کر کے اپنے شاگردوں کو بھی فرمایا اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے انکار کرے اور ہر روز اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے

Marfat.com

کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچانی چاہیے وہ اُسے کھوئیگا اور جو کوئی میرے اور انجیل کے واسطے اپنی جان کھوے وہی اُسے بچائیگا جو اپنی جان عزیز رکھتا ہے وہ اُسے کھو دیتا ہے اور جو دُنیا میں اپنی جان سے عداوت رکھتا ہے وہ اُسے ہمیشہ کی زندگی کیلئے محفوظ رکھے گا۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۹ آیت ۲۳۔۲۵) (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۸ آیت ۳۴۔۳۸) (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۱۲ آیت ۲۴۔۲۶)

یہ الفاظ ایسے نہ تھے جو اپنا اثر کئے بغیر رہتے۔ گو اہل یہود نفس کشی اور ایثار نفسی کے نام سے نا آشنا تھے لیکن دُنیائے اخلاق میں پہلی دفعہ یہ اُصول ایسے واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے یہ ایک ایسی بانگ تھی جو پہلے کبھی ایسے واضح اور موثر طریق سے سنائی نہ گئی تھی۔ ایثار نفسی کے اس تصور میں اخلاقی قابلیت کے نت نئے مظاہرے پائے گئے۔ (Montefiore, Synoptic Gospels.vol.1 291 Italics are his.) فاضل ڈاکٹر مانٹی فیوری کہتا ہے کہ الفاظ اپنی خودی کا انکار کرے۔ میں ایک نیا تصور موجود ہے سیدنا عیسیٰ سے پہلے خود انکاری کے اُصول سے لوگ بالکل ناواقف نہ تھے۔ لیکن ایثار نفسی نئے تھے اور اُنہوں نے انسانی خیالات جذبات اور افعال کو بے حد متاثر کیا ہے۔ (Lecky,O.P.Cit vol.1p.391)

(۵)

عیب جوئی کی ممانعت:

انسانی تعلقات میں محبت کی مقراض عیب جوئی ہے۔ پس سیدنا عیسیٰ نے تعلیم دی کہ عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری عیب جوئی نہ کی جائے۔ کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اسی طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی۔ اور جس پیمانے سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گا۔ تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکہ کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟ اے ریاکار۔ پہلے اپنی آنکھ میں سے شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی

Marfat.com

آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۷ آیت ۱۔۵) سیدنا عیسیٰ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں نہیں چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو منصف قرار دے کر دُنیا جہان کے اقوال اور افعال پر فتوے صادر کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنے خدا (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۰ آیت ۱۸) انسان ضعیف البیان کمزور ہے۔ پس ہم خواہ مخواہ فتوے قائم کرنے سے پرہیز کریں اور لوگوں پر از راہِ محبت ترس کھائیں تا کہ وہ اپنی زندگی کی اصلاح کرسکیں۔ سیدنا عیسیٰ کی زندگی کا ایک واقعہ انجیل شریف میں مرقوم ہے جو اس حکم کی بہترین مثال ہے لکھا ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عیسیٰ صبح سویرے عبادت گاہ میں تعلیم دے رہے تھے اور فقیہہ اور فریسی ایک عورت کو لائے جو زنا میں پکڑی گئی تھی اور اُسے بیچ میں کھڑا کر کے سیدنا عیسیٰ سے کہا اے اُستاد یہ عورت زنا میں عین فعل کے وقت پکڑی گئی ہے۔ توریت میں موسےٰ نے ہم کو حکم دیا کہ ایسی عورتوں کو سنگسار کریں۔ پس تو اس عورت کی بابت کیا کہتا ہے؟ انہوں نے اُسے آزمانے کے لئے یہ کہا تا کہ اُس پر الزام لگانے کا کوئی سبب نکالیں۔ مگر سیدنا عیسیٰ جھک کر اُنگلی سے زمین پر لکھنے لگے جب وہ اس سے سوال کرتے ہی رہے تو آپ نے سیدھے ہو کر اُن سے کہا کہ جو تم میں بے گناہ ہو وہی پہلے اُس کے پتھر مارے اور پھر جھک کر زمین پر اُنگلی سے لکھنے لگے۔ وہ یہ سن کر بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک ایک ایک کر کے نکل گئے۔ اور سیدنا عیسیٰ اکیلے رہ گئے یا وہ عورت وہیں بیچ میں رہ گئی سیدنا عیسیٰ نے سیدھے کھڑے ہو کر اُس سے کہا۔ اے عورت یہ لوگ کہاں گئے؟ کیا کسی نے تجھ پر حکم نہیں لگایا؟ اُس نے کہا اے مولا کسی نے نہیں سیدنا عیسیٰ نے کہا میں تجھ پر الزام نہیں لگاتا جا۔ پھر گناہ نہ کرنا۔ (انجیل شریف راوی حضرت یوحنا رکوع ۳ آیت ۱۱) فقیہہ اور فریسی اس عورت کی آنکھ کے تنکے کو نہایت باریک بینی کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے لیکن اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتے تھے سیدنا عیسیٰ کے اعجازی الفاظ نے اُن کے دلوں کو تیر کی مانند چھیدا اور اُنکو اپنی گھناونی حالت نظر آئی لیکن وہ توبہ کئے بغیر وہاں سے چل دیئے اور یہ عورت اپنے گناہوں کی مغفرت حاصل کر کے سیدنا عیسیٰ کے حضور سے گئی۔

Marfat.com

ایک دفعہ سیدنا عیسیٰ اور آپ کے شاگردوں کو سامریوں کے مخالفت کی وجہ سے اپنے گاؤں میں ٹکنے نہ دیا۔ وہ اہل یہود کی طرف سے بدگمان تھے۔ اور اُنکا خیال تھا کہ چونکہ سیدنا عیسیٰ اور حواری بھی یہودی ہیں لہٰذا وہ بھی اُنکے جانی دشمن ہونگے اس جلد بازی کا جواب حضرت یعقوب اور حضرت یوحنا نے تُرکی بہ تُرکی دینا چاہا اور جلد بازی کی وجہ سے عرض کی۔ اے مولا کیا تو چاہتا ہے کہ ہم حکم دیں کہ آسمان سے آگ نازل ہو کر اُنہیں بھسم کردے۔ مگر سیدنا عیسیٰ نے پھر کر اُنہیں جھڑکا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ تم کیسی روح کے ہو کیونکہ ابن آدم لوگوں کی جانیں برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا ہے۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۹ آیت ۵۴۔۵۶) سیدنا عیسیٰ کی روح محبت، صلح اور آشتی کی روح ہے اور آپ نے اپنے شاگردوں کو غصہ عناد اور بدگمانی کی روح کے خلاف خبردار فرمایا کیونکہ یہ محبت کے عین نقیض ہیں۔

(۶)

عفو کی تعلیم:

موسوی شریعت میں انتقام کے جذبہ کی اجازت تھی چنانچہ حکم تھا کہ تو جان کے بدلے جان لے۔ چوٹ کے بدلے چوٹ (توریت شریف خروج رکوع 21 آیت 23۔25) جیسا کوئی کسی کا نقصان کرے اُس سے ویسا ہی کیا جائے (توریت شریف احبار رکوع ۲۴ آیت ۲۰) کتب سابقہ کی تعلیم ہی یہ تھی کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۵ آیت ۴۳ اور زبور شریف رکوع ۱۱۸ آیت ۷ اور رکوع ۱۱۲: ۸۔۹ اور رکوع ۲۴ آیت ۱۸ وغیرہ) لیکن جب کوئی شخص بدی کا بدلہ بدی سے لیتا ہے تو وہ بدی کو مٹانے کے عوض دُنیا میں برائی کا اضافہ کرتا ہے برائی سے برائی کبھی مغلوب نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ نے حکم دیا کہ بدی کو نیکی سے مغلوب کرو۔ آپ نے فرمایا "شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے (انجیل شریف راوی

Marfat.com

حضرت متی رکوع ۵ آیت ۳۹) لوگ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کیا یہ ہو سکتا ہے؟ لیکن آج ہمارے وطن میں یہ مقبول شدہ اصول ہے اور سیاسی حلقوں میں ''ستیہ گرہ'' کے نام سے موسوم ہے سورگیہ مہاتما گاندھی کی یہی تعلیم تھی کہ اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دو بلکہ جس شے کو تم برا خیال کرتے ہو اُس کی نیکی سے مغلوب کرو۔ مثلاً گرو کے بال امرتسر میں ۱۹۲۹ء میں قوی ہیکل سکھ پولیس کی مار پیٹ نہ صرف برداشت کرتے تھے بلکہ ''دوسرا گال'' بھی پھیر دیتے تھے سکھوں نے باوجود مار پیٹ کے حکومت کا مقابلہ نہ کیا۔ اور جس شے کو وہ بُرا سمجھتے تھے اُس کا جواب بُرائی سے نہ دیا۔ لاہور کے اسلامی روزنامہ اخبار زمیندار نے اس زبردست حقیقت کو ذیل کے الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ محکموں کے پاس ضبط و انضباط کے ساتھ ایثار قربانی کی متحدہ طاقت کا مظاہرہ ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے آگے بڑی سے بڑی جاہ وجلال اور غرور ونخوت والی حکومت گھٹنے ٹیک دیتی ہے اور نیاز مینداری نہ دست بستہ محکموں کے آگے کھڑی ہو کر اُن کی آرزوں کا پورا کرنا تخت وتاج کی بقا کے لئے ضروری سمجھتی ہے۔ (۱۷ نومبر ۱۹۲۰ء)۔ اسی زریں اصول کی طفیل ہمارے ملک کو برطانیہ جیسی زبردست طاقت کے پنجہ سے آزادی نصیب ہوئی۔ سورگیہ مہاتما گاندھی نے اور خان عبدالغفار خاں نے ہندوستان کے طول عرض میں یہ منادی کر دی کہ برطانوی سامراج کا تشدد کے ہتھیاروں سے مقابلہ نہ کیا جائے بلکہ سیدنا عیسیٰ کے پہاڑی وعظ کے اس حربہ کا استعمال کیا جائے کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا۔ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا مانگو۔ ہندوستان کے کروڑوں باشندوں نے ان اصول پر ایسا عمل کیا کہ دنیا انگشت بدندان رہ گئی اور انگریزوں کے لئے اس کے سوائے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ ہمارے ملک کو آزاد کر دیں اور خود یہاں سے چل دیں۔

مذکورہ بالا واقعات ثابت کرتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ کے زریں اصول نہ صرف افراد کے لئے ہی قابل عمل ہیں۔ بلکہ اُن کا اطلاق گروہوں۔ جماعتوں اور ملکوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ ان سے ہم کو پتہ چلتا ہے کہ جب کبھی افراد اور ممالک اس زریں اصول پر چلے تو اُن کے سماجی۔ معاشرتی۔ ملکی اور سیاسی مسائل کا حل ہو گیا اور کہ یہ اصول بین الاقوامی تعلقات کو ایک محکم بنیاد پر

Marfat.com

قائم کرنے کا واحد ذریعہ ہیں۔ مسیحی مذہب کی تاریخ کا ہر صفحہ اس اصول کی بہترین مثالوں سے خونیں حرفوں میں لکھا ہے۔ مورخ لیکی کہتا ہے کہ رومی قیاصرہ کے زمانہ میں تعذیب نہ عقوبت کی وہ وہ صورتیں جن کے ذکر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کبیر السن مردوں اور ضعیف الجثہ عورتوں پر برابر استعمال کی جاتی تھیں اور مظلوموں کی جانب سے استقلال اور پامردی کے وہ نمونے پیش ہوتے تھے جو آج تک دنیا کے لئے باعث حیرت ہیں۔

(Lecky ,O.P.Cit.vol.1p 372)

یہی مورخ ایک اور جگہ کہتا ہے۔ مسیحی لوہے کی سرخ انگارہ کرسیوں پر بٹھلائے جاتے اور اُن کے بھنتے ہوئے گوشت سے دھواں اُٹھتا تھا ان کا گوشت لوہے کے کانٹوں کی مدد سے اُن کی ہڈیوں سے کھرُ چا جاتا تھا ایک ایک عضو دوسرے سے کاٹ کر الگ کیا جاتا تھا اور اس میں جلتا ہوا سیسہ پلا دیا جاتا تھا۔ ان زخموں پر نمک مرچ اور سرکہ ڈالا جاتا تھا یہ عذاب سارے سارے دن جاری رکھے جاتے تھے اور مرد اور عورتیں بلکہ کمزور نازک لڑکیاں تک اُنہیں برداشت کرتی تھیں۔ (Ibid vol.1.p.391)

سیدنا عیسٰی نے عفو کی تعلیم دی فرمایا کہ اگر کسی شخص نے تمہارے خلاف قصور کیا ہے تو جس طرح تم خدا کے قصوروار ہو کر الٰہی مغفرت کے اُمیدوار ہو اسی طرح تم بھی اپنے قصورواروں کو معاف کرو آپ نے فرمایا کہ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کرو گے تو تمہارا پروردگار بھی تمہارے قصور معاف نہ کریگا۔ (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۱۴۔۱۵) اسی واسطے آپ نے اپنی مختصر دُعا میں ہم کو سکھلایا کہ ہم خدا سے عرض کریں کہ اے مالک ''جس طرح ہم نے اپنے قصورواروں کو معاف کیا تو بھی ہمارے گناہ ہمیں معاف فرما (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۶ آیت ۱۲) سیدنا عیسٰی مظلوم کو فرماتے ہیں کہ تجھ پر ظالم نے ظلم وستم ڈھایا ہے لیکن تو اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دے بلکہ اس کو اپنی اور ظالم دونوں کی روحانی ترقی کا وسیلہ بنا (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۸ آیت ۱۵) انتقام کے جذبہ پر غالب آ ظالم کو معاف کر اور اُس سے اپنی محبت رکھ تا کہ وہ اور تو دونوں پروردگار کی محبت میں کامل ہو جاؤ۔ آپ نے

Marfat.com

فرمایا کہ جب کبھی تم کھڑے ہوئے دُعا مانگتے ہو۔ اگر تم کو کسی سے کچھ شکایت ہو تو اُسے معاف کرو۔ تاکہ تمہارا پروردگار بھی جو آسمان پر ہے۔ تمہارے قصور معاف کریگا۔ (انجیل شریف راوی حضرت مرقس رکوع ۱۱ آیت ۲۵۔۲۶) عفو کی تعلیم سیدنا عیسیٰ کی خصوصی تعلیم ہے توریت شریف اور صحائف انبیاء میں صدیوں کے دوران میں ہیں یہ آواز گاہے گاہے اس طرح سنائی دیتی ہے جیسے بیابان میں کوئی آواز آئے توریت شریف خروج رکوع ۲۳ آیت ۴ اور صحائف انبیاء صحیفہ حضرت ایوب رکوع ۳۱ آیت ۲۹) توریت شریف اور صحائف انبیاء میں خدا کی معافی کی تعلیم ہم کو ضرور ملتی ہے خدا تو معاف کرتا ہے لیکن معافی یافتگان کے لئے اپنے قصورواروں اور دشمنوں کو معاف کرنا لازمی نہ تھا۔ وہ خدا سے معافی حاصل کر کے بھی اپنے دلوں میں اپنے دشمنوں کے خلاف کینہ اور غضب کے جذبات رکھ سکتے تھے۔ Montefiore, Spirt of Judaism in Beginnings of Christianity pt.1vol.1p.77 (زبور شریف رکوع ۱۳۷ آیت ۶۔۹ اور رکوع ۵۴ آیت ۴۔۷) مابعد کے زمانے میں یہودی علماء کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص کسی کا قصور کرے تو تین دفعہ اُس کو معاف کیا جائے۔ سیدنا عیسیٰ نے فرمایا کہ اگر تیرا بھائی گناہ کرے اُسے ملامت کر۔ اگر توبہ کرے اُسے معاف کر اور اگر وہ ایک دن میں سات دفعہ تیرا گناہ کرے اور ساتویں دفعہ تیرے پاس پھر آکر کہے کہ توبہ کرتا ہوں تو اُسے معاف کر (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۱۷ آیت ۳۔۴)

سیدنا عیسیٰ کا مطلب یہ تھا کہ تو اپنے قصوروار بھائی کو جب وہ توبہ کرے ہمیشہ معاف کر لیکن بعض شاگردوں نے خیال کیا کہ یہودی علماء کی طرح آپ نے بھی ایک حد مقرر کر دی ہے۔ آپ کے ایک حواری حضرت پطرس آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ کیا میں اپنے بھائی کو ایک دن میں سات مرتبہ معاف کروں۔ سیدنا عیسیٰ نے جواب میں فرمایا میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ سات دفعہ بلکہ سات کے ستر گنے تک (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۸ آیت ۲۱۔۲۲) آپ کا مطلب یہ تھا کہ خدا ہم کو ہر دفعہ جب ہم اُس کے حضور توبہ کرتے ہیں معاف فرماتا ہے۔ع

Marfat.com

خون دوہزار توبہ برگردن ماست

لیکن پھر بھی پروردگار ہم کو ہمیشہ معاف کرتا ہے۔اسی طرح ہمارے عفو کی بھی کوئی حد نہیں ہونی چاہیے۔

اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے سیدنا عیسیٰ نے ایک تمثیل سنائی اور فرمایا۔آسمان کی بادشاہت اُس بادشاہ کی مانند ہے جس نے اپنے نوکروں سے حساب لینا چاہا اور جب حساب لینے لگا تو اُس کے سامنے ایک قرضدار حاضر کیا گیا جسے دس ہزار توڑے دینے تھے۔مگر چونکہ اُس کے پاس کچھ ادا کرنے کو نہ تھا۔اس لئے اُس کے مالک نے حکم دیا کہ یہ اور اُس کی بیوی بچے اور جو کچھ اُس کا ہے سب بیچا جائے اور قرض وصول کرلیا جائے پس نوکر نے گر کر اُسے سجدہ کیا۔ اور کہا اے مالک مجھے مہلت دے تو میں تیرا سارا قرض ادا کردونگا۔اس نوکر کے مالک نے ترس کھا کر اُسے چھوڑ دیا اور اُس کا قرض بخش دیا جب وہ نوکر باہر نکلا تو اُس کے ہم خدمتوں سے ایک اسکو ملا جس پر اُس کے سو دینار آتے تھے۔اُس نے اُس کو پکڑ کر اُس کا گلا گھونٹا اور کہا کہ میرا آتا ہے ادا کردے۔پس اُس ہم خدمت نے اُس کے سامنے گر کر اُس کی منت کی اور کہا مجھے مہلت دے میں تجھے ادا کردونگا۔اُس نے نہ مانا بلکہ جا کر اُسے قید خانے میں ڈال دیا کہ جب تک قرض ادا نہ کردے قید رہے پس اُس کے ہم خدمت یہ حال دیکھ کر بہت غمگین ہوئے اور آ کر اپنے مالک کو سارا احوال سنا دیا۔اس پر اُس کے مالک نے اُس کو پاس بلا کر اُس سے کہا اے شریر نوکر میں نے وہ سارا قرض تجھے اس لئے بخش دیا کہ تو نے میری منت کی تھی کیا تجھے لازم نہ تھا کہ جیسا میں نے تجھ رحم کیا تو بھی اپنے ہم خدمت پر رحم کرتا اور اُس کے مالک نے غصے ہو کر اُس کو جلادوں کے حوالے کیا کہ جب تک تمام قرض ادا نہ کرے قید رہے۔(انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۸ آیت ۲۳۔۴۳) یہ تمثیل سنا کر سیدنا عیسیٰ نے فرمایا۔اسی طرح تمہارے ساتھ میرا پروردگار بھی کرے گا۔اگر تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کو دل سے معاف نہ کرے (انجیل شریف راوی حضرت متی رکوع ۱۸ آیت ۳۵) کیونکہ خدا ہم کو تب معاف کرے گا۔جب ہمارا دل توبہ کے ذریعہ نرم اور محبت سے پر ہوگا لیکن جو شخص اپنے بھائی کو معاف نہیں

Marfat.com

کرتا اُس کا دل سخت اور انتقام کے خیال سے بھرا ہوتا ہے۔ وہ ایسا دل رکھتے ہوئے الٰہی مغفرت کی کس طرح قدر کر سکتا ہے؟ عفو محبت کا نتیجہ ہے اور اگر کوئی شخص اپنے بھائی کو معاف نہیں کرتا تو وہ محبت سے بیگانہ ہے۔ وہ اپنی زندگی کو اس الٰہی رفاقت سے دور رکھتا ہے جو گناہوں کی مغفرت ہم حاصل ہوتی ہے کیونکہ اگر ہم ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ تو خدا ہم میں رہتا ہے۔ (انجیل شریف خطِ اول حضرت یوحنا رکوع ۴ آیت ۱۲) مذکورہ بالا تمثیل میں دونوں قرضداروں کے قرضوں کی مقدار قابل غور ہے نوکر نے بادشاہ کے ساڑھے تین کروڑ سے زیادہ روپیہ دینے تھے۔ لیکن اُس کے اپنے ہم خدمت نے پچاس سے بھی کم روپیہ دینے تھے۔ پس سیدنا عیسٰی کا مطلب یہ ہے کہ خدا ہمارے کروڑوں قصور معاف کرتا ہے۔ پس ہم کو لازم ہے کہ ہم بھی اپنے بھائیوں کے تھوڑے سے قصور معاف کیا کریں۔ پروردگار رحیم اور کریم ہے قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہے وہ ہمارے گناہوں کے موافق ہم سے سلوک نہیں کرتا اور ہماری بدکاریوں کے مطابق ہم کو بدلہ نہیں دیتا۔ اگر وہ ہماری بدکاریوں کو حساب میں لائے تو کون اُس کے حضور قائم رہ سکتا ہے۔ پر جیسے پورب پچھم سے دور ہے ویسے ہی اُس نے ہماری خطائیں ہم سے دور کر دیں۔ جیسے باپ بیٹوں پر ترس کھاتا ہے ویسے پروردگار ہم پر ترس کھاتا ہے۔ (زبور شریف رکوع ۱۰۳ آیت ۱۳)۔

مری بندگی سے میرے جرم افزوں
تیرے قہر سے تیری رحمت زیادہ

پس ہم پر بھی لازم ہے کہ جو الٰہی مغفرت کے اُمیدوار ہیں۔ اپنے قصورواروں کو تہ دل سے معاف کیا کریں۔ جس طرح سیدنا عیسٰی نے عفو کی نئی تعلیم دی اُسی طرح آپ نے اس تعلیم پر کاربند ہو کر ایک نیا نمونہ بنی نوع انسان کے سامنے رکھا۔ چنانچہ جب آپ کے دشمن جو آپ کے خون کے پیاسے تھے آپ کے جسم اطہر میں کیلیں ٹھونک رہے تھے تو اس جانکنی کے وقت آپ نے اپنی مبارک زبان سے اُن کے لئے دُعائے خیر فرمائی اور کہا۔ اے پروردگار ان کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔ (انجیل شریف راوی حضرت لوقا رکوع ۲۳

Marfat.com

آیت ۳۴)۔

افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ اخلاق میں اور ہندوؤں کے فلسفہ کرم میں توبہ اور معافی کو کوئی جگہ نہیں دی گئی۔ لیکن آج دُنیائے اخلاق نے سیدنا عیسٰی کے عفو کے اصول کو قبول کر لیا ہے۔ تمام انسان ایسے شخص کو مرحبا کہتے ہیں جو خلوص قلب سے اپنے دشمن کو معاف کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہمارے پاس آئے اور تہ دل سے اپنی تقصیروں کی معافی کا طلب گار ہو تو ہم اُس کو ضرور معاف کرتے ہیں۔ اور اگر معاف نہیں کرتے تو دُنیا ہم کو بُرا کہتی ہے اور بُرا جانتی ہے۔ یہ ایک عامیانہ خیال ہے کہ جو شخص ہم سے بدترین سلوک روا رکھ سکتا ہے وہ خلوص قلب سے توبہ کر ہی نہیں سکتا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جتنا بُرا سلوک ہمارے ساتھ کیا جاتا ہے معاف کرنا بھی نسبتاً مشکل ہو جاتا ہے لیکن سیدنا عیسٰی کی تعلیم کی روشنی میں معاف کرنا ہمارے لئے نہ صرف ایک احسن امر ہو گیا ہے بلکہ ہمارے فرائض میں شامل ہو گیا ہے۔ اس تعلیم کا خمیر اس قدر تاثیر کر گیا ہے۔ کہ جو شخص اس فرض کو پورا نہیں کرتا وہ دُنیا کی نظر میں بھی بُرا شمار ہونے لگ جاتا ہے کیونکہ اب انتقام ایک وحشیانہ جذبہ شمار کیا جاتا ہے۔ پس سیدنا عیسٰی کی تعلیم نے دُنیائے اخلاق کی کا یا پلٹ دی ہے۔

Marfat.com

حضرت عیسیٰؑ
اور
اُن کی تعلیمات

علامہ برکت اللہ

Marfat.com